قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران:74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعۃ المبارک 24/ جون 2022ء | 24 ذوالقعدہ 1443 ہجری قمری | 24/ احسان 1401 ہجری شمسی | جلد: 4 | شمارہ: 126

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص مجھ سے بالشت بھر قریب ہوتا ہے میں اس سے ایک ہاتھ بھر قریب ہوتا ہوں اور جب بندہ ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اُس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔

(صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب فی الحض علی التوبۃ والفرح بھا)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

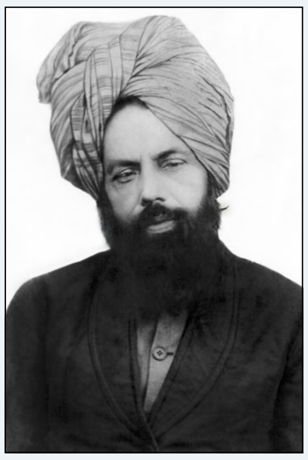

توبہ کی تین شرائط

’’یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ توبہ کے تین شرائط ہیں۔ بدوں اُن کی تکمیل کے سچی توبہ جسے توبۃ النّصوح کہتے ہیں، حاصل نہیں ہوتی۔

ان ہرسہ شرائط میں سے پہلی شرط جسے عربی زبان میں اِقلاع کہتے ہیں۔ یعنی ان خیالات فاسدہ کو دور کر دیا جاوے جو اِن خصائل ردیّہ کے محرک ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ تصورات کا بڑا بھاری اثر پڑتا ہے۔ کیونکہ حیطۂ عمل میں آنے سے پیشتر ہر ایک فعل ایک تصوری صورت رکھتا ہے۔ پس توبہ کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ اُن خیالات فاسدہ و تصوّرات بد کو چھوڑ دے۔ مثلاً اگر ایک شخص کسی عورت سے کوئی ناجائز تعلق رکھتا ہے تو اُسے توبہ کرنے کے لئے پہلے ضروری ہے کہ اس کی شکل کو بدصورت قرار دے۔ اور اس کی تمام خصائلِ رذیلہ کو اپنے دل میں مستحضر کرے کیونکہ جیسا میں نے ابھی کہا ہے تصورات کا اثر بہت زبردست اثر ہے......پس جو خیالات بدلذات کا موجب سمجھے جاتے تھے ان کا قلع قمع کرے۔ یہ پہلی شرط ہے۔

دوسری شرط نَدَم ہے۔ یعنی پشیمانی اور ندامت ظاہر کرنا۔ ہر ایک انسان کا کانشنس اپنے اندر یہ قوت رکھتا ہے کہ وہ اس کو ہر برائی پر متنبہ کرتا ہے۔ مگر بدبخت انسان اس کو معطّل چھوڑ دیتا ہے۔ پس گناہ اور بدی کے ارتکاب پر پشیمانی ظاہر کرے اور یہ خیال کرے کہ یہ لذّات عارضی اور چند روزہ ہیں۔ اور پھر یہ بھی سوچے کہ ہر مرتبہ اس لذّت اور حظّ میں کمی ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بڑھاپے میں آکر جبکہ قویٰ بیکار اور کمزور ہو جائیں گے۔ آخر ان سب لذّاتِ دنیا کو چھوڑنا ہوگا۔ پس جبکہ خود زندگی ہی میں یہ سب لذّات چھوٹ جانے والی ہیں تو پھر ان کے ارتکاب سے کیا حاصل؟ بڑا ہی خوش قسمت ہے وہ انسان جو توبہ کی طرف رجوع کرے۔ اور جس میں اوّل اِقلاع کا خیال پیدا ہو یعنی خیالاتِ فاسدہ و تصورات بیہودہ کا قلع قمع کرے۔ جب یہ نجاست اور ناپاکی نکل جاوے تو پھر نادم ہو اور اپنے کئے پر پشیمان ہو۔

تیسری شرط عزم ہے۔ یعنی آئندہ کے لئے مصمّم ارادہ کرلے کہ پھر ان برائیوں کی طرف رجوع نہ کرے گا اور جب وہ مداومت کرے گا تو خدا تعالیٰ اسے سچّی توبہ کی توفیق عطا کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ سیّئات اس سے قطعاً زائل ہو کر اخلاق حسنہ اور افعال حمیدہ اس کی جگہ لے لیں گے۔ اور یہ فتح ہے اخلاق پر۔ اس پر قوت اور طاقت بخشنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے کیونکہ تمام طاقتوں اور قوتوں کا مالک وہی ہے جیسے فرمایا اَنَّ الۡقُوَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا (البقرہ:166) ساری قوتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 87-88 ایڈیشن 1988ء)

ارشادِ باری تعالیٰ

وَاَنِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡہِ یُمَتِّعۡکُمۡ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّیُؤۡتِ کُلَّ ذِیۡ فَضۡلٍ فَضۡلَہٗ ؕ وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ کَبِیۡرٍ ﴿۳﴾

(ھود:4)

ترجمہ: نیز یہ کہ تم اپنے ربّ سے استغفار کرو پھر اس کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکو تو تمہیں وہ ایک مقررہ مدت تک بہترین سامانِ معیشت عطا کرے گا اور وہ ہر صاحبِ فضیلت کو اس کے شایانِ شان فضل عطا کرے گا۔ اور اگر تم پھر جاؤ تو یقیناً میں تمہارے بارہ میں ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

فرمان خلیفۂ وقت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کے مقصدِ پیدائش کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ دنیا اور اس کے کھیل کود اور اس کی چکا چوند تمہیں تمہارے اس دنیا میں آنے کے مقصد سے غافل نہ کر دے بلکہ ہر وقت تمہارے پیش نظر یہ رہنا چاہئے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنا ہے، اس کی عبادت کرنی ہے۔ اگر یہ مقصد تمہارے پیش نظر رہے تو یاد رکھو یہ دنیا خود بخود تمہاری غلام بن جائے گی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں جہاں بھی ہم نظر ڈالتے ہیں شیطان بازو پھیلائے کھڑا ہے۔ اس کے حملے اور اس کے لالچ اس قدر شدید ہیں کہ سمجھ نہیں آتی اُن سے کیسے بچا جائے۔ ہر کونے پر، ہر سڑک پر، ہر محلے میں، ہر شہر میں شیطانی چرخے کام کر رہے ہیں۔ اور سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہو ان شیطانی حملوں سے بچنا مشکل ہے۔ جدھر دیکھو کوئی نہ کوئی بلا منہ پھاڑے کھڑی ہے۔ دنیا کی چیزوں کی اتنی اٹریکشن (Attraction) ہے، وہ اتنی زیادہ اپنی طرف کھینچتی ہیں اور سمجھ نہیں آتی کہ انسان کس طرح اپنے مقصد پیدائش کو سمجھے اور اس کی عبادت کرے۔ لیکن ہم پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص احسان ہے کہ اُس نے خود ہی ان چیزوں سے بچنے کے لئے راستہ دکھا دیا ہے کہ مستقل مزاجی اور مضبوط ارادے کے ساتھ استغفار کرو تو شیطان جتنی بار بھی حملہ کرے گا منہ کی کھائے گا اور اس کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو گی۔

(خطبہ جمعہ 20/ مئی 2005ء بحوالہ alislam.org)

اس شمارہ میں

- اسی کا نام زباں پہ ہو دم نکلتے ہوئے (منظوم)
- ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
- بنیادی مسائل کے جوابات-قسط 23
- آنحضورؐ پر کئے جانے والے جادو کی حقیقت
- اسلام میں استخارہ کا بابرکت نظام
- ہمدردی ایک عظیم خلق ہے

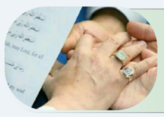

دربارِ خلافت

والدین سے احسان کا سلوک کرو

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پھر اللہ تعالیٰ نے جو اگلا حکم فرمایا، وہ یہ ہے کہ والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ یہ ترتیب بھی وہ قدرتی ترتیب ہے جو انسان کی زندگی کا حصہ ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذات کے بعد اس دنیا میں والدین ہی ہیں جو بچوں کی پرورش اور اُن کی ضروریات کا خیال رکھتے ہیں۔غریب سے غریب والدین بھی اپنے دائرے میں یہ بھرپور کوشش کرتے ہیں کہ اُن کے بچوں کی صحیح پرورش ہو، اس کے لئے وہ عموماً بے شمار قربانیاں بھی کرتے ہیں۔ پس فرمایا کہ والدین سے احسان کا سلوک کرو۔

ایک دوسری جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ؕ اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُہُمَاۤ اَوۡ کِلٰہُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّہُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنۡہَرۡہُمَا وَقُلۡ لَّہُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا ﴿۲۴﴾ (بنی اسرائیل:24) یعنی تمہارے رب نے یہ تاکیدی حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور نیز یہ کہ اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرو۔ اگر اُن میں سے کسی ایک پر یا اُن دونوں پر تیری زندگی میں بڑھاپا آجائے تو اُنہیں اُن کی کسی بات پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے اُف تک نہ کہو اور نہ اُنہیں جھڑکو اور اُن سے ہمیشہ نرمی سے بات کرو۔

بعض دفعہ شکایات آجاتی ہیں، جاہل بچوں کے ماں باپ کی طرف سے نہیں، بلکہ پڑھے لکھے اور سلجھے ہوئے بچوں کے ماں باپ کی طرف سے کہ بچے ناخلف ہیں۔ نہ صرف یہ کہ حق ادا نہیں کرتے بلکہ ظلم کرتے ہیں۔بعض بہنیں اپنے بھائیوں کے متعلق لکھتی ہیں کہ ماں باپ پر ہاتھ اُٹھا لینے سے بھی نہیں چوکتے۔ خاص طور پر ماں باپ سے بدتمیزی ہوتی ہے جب ایسے معاملات آئیں جہاں جائیداد کا معاملہ ہو۔ والدین کی زندگی میں بچوں کو جب ماں باپ کی جائیداد کی طرف توجہ پیدا ہو جائے تو اُس وقت یہ بدتمیزیاں بھی شروع ہوتی ہیں اور جب والدین اپنے بچوں کو جائیداد دے دیتے ہیں تو پھر اُن سے اور سختیاں شروع ہو جاتی ہیں اور وہی والدین جو جائیداد کے مالک ہوتے ہیں پھر بعض ایسے بچے بھی ہیں کہ اُن کو دینے کے بعد وہ والدین دَربدر ہو جاتے ہیں اور ایسی مثالیں ہمارے اندر بھی موجود ہیں۔ یہاں بھی، اس ملک میں بھی آزادی کے نام پر وہ بچے جو نوجوانی میں قدم رکھ رہے ہیں وہ بدتمیزی میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہاں عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ بچے ایک عمر کو پہنچ کے آزاد ہیں۔ تو یہ تعلیم جو ماں باپ کا احترام نہیں سکھاتی یا یہ آزادی جو یہاں بچوں کو ہے، جو حفظ مراتب کا خیال نہیں رکھتی، یا ماں باپ کی عزت قائم نہیں کرتی، یہ تعلیم اور ترقی نہیں ہے بلکہ یہ جہالت ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے جو خوبصورت تعلیم ہے کہ ماں باپ سے احسان کا سلوک کرو، اُن کی عزت کرو، اُن کو اُف تک نہ کہو۔ یہ ماں باپ کا احترام قائم کرتی ہے۔ ماں باپ کے احسانوں کا بدلہ احسان سے اتارنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اور احسان کا مطلب یہ ہے کہ ایسا عمل کرو جو بہترین ہو، ورنہ ماں باپ کے احسان کا بدلہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اتار ہی نہیں سکتے۔ اس احسان کے بدلے کے لئے بچوں کو اللہ تعالیٰ نے کیا خوبصورت تعلیم دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ والدین کیلئے یہ بھی دعا کرو۔ رَّبِّ ارۡحَمۡہُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا (بنی اسرائیل:25) کہ اے میرے رب! ان پر رحم فرما۔جس طرح یہ لوگ میرے بچپن میں مجھ پر رحم کرتے رہے ہیں۔ اور انہوں نے رحم کرتے ہوئے میری پرورش کی تھی۔ پس یہ اعلیٰ اخلاق ہیں جو اسلام ایک مسلمان کو اپنے والدین سے حسنِ سلوک کے بارے میں سکھاتا ہے۔ یہ وہ اعلیٰ معیار ہے جو ایک مسلمان کا اپنے والدین کے لئے ہونا چاہئے۔ یہ دعا صرف زندگی کی دعا نہیں ہے بلکہ والدین کی وفات کے بعد بھی اُن کے درجات کی بلندی کے لئے دعا ہوسکتی ہے۔یعنی ایک تو زندگی میں دعا ہے کہ جو ہماری طرف سے کمی رہ گئی ہے اُس کمی کو اس دعا کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ پورا فرمائے اور اپنے خاص رحم میں رکھے۔ دوسرے اس رحم کا سلسلہ اگلے جہان تک بھی جاری رہے اور اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرماتا رہے۔

(خطبہ جمعہ 26/ جولائی 2013ء بحوالہ الاسلام)

اسی کا نام زباں پہ ہو دم نکلتے ہوئے

نگار صبح کی امید میں پگھلتے ہوئے
چراغ خود کو نہیں دیکھتا ہے جلتے ہوئے

وہ حسن اس کا بیاں کیا کرے جو دیکھتا ہو
ہر اک ادا سے کئی قد نئے نکلتے ہوئے

وہ موجِ میکدۂ رنگ ہے بدن اس کا
کہ ہیں تلاطمِ مے سے سبو اچھلتے ہوئے

تو ذرہ ذرہ اس عالم کا ہے زلیخا صفت
چلے جو دشتِ بلا میں کوئی سنبھلتے ہوئے

یہ روح کھنچتی چلی جا رہی ہے کس کی طرف
یہ پاؤں کیوں نہیں تھکتے ہمارے چلتے ہوئے

اسی کے نام کی خوشبو سے سانس چلتی رہے
اسی کا نام زباں پر ہو دم نکلتے ہوئے

خیال و خواب کے کیا کیا نہ سلسلے نکلے
چراغ جلتے ہوئے آفتاب ڈھلتے ہوئے

اندھیرے ہیں یہاں سورج کے نام پر روشن
اجالوں سے یہاں دیکھے ہیں لوگ جلتے ہوئے

اتار ان میں کوئی اپنی روشنی یا رب!
کہ لوگ تھک گئے ظلمت سے اب بہلتے ہوئے

وہ آ رہے ہیں زمانے کہ تم بھی دیکھو گے
خدا کے ہاتھ سے انسان کو بدلتے ہوئے

وہ صبح ہو گی تو فرعون پھر نہ گزریں گے
دلوں کو روندتے انسان کو مسلتے ہوئے

عبید اللہ علیم مرحوم

امۃ الباری ناصر۔ امریکہ

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام

کوئی دن منحوس نہیں ہوتا

قسط نمبر 27

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

أَنَّ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ يَوْمُ الدَّمِ وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا يَرْقَأُ

(رواہ ابو داؤد مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطب والرقی حدیث نمبر 4549 صفحہ 389 کراچی)

کہ منگل کا دن خون کا دن ہے اس میں ایک گھڑی ایسی بھی ہوتی ہے کہ خون بند نہیں ہوتا۔

آپؐ نے یہ کہیں نہیں فرمایا تھا کہ منگل کے دن میں نحوست ہوتی ہے۔ ہمارے مذہب میں کوئی دن بھی منحوس نہیں ہوتا۔ سارے دن بابرکت اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے مظہر ہیں حقیقی مسبب الاسباب وہی ذات بابرکات ہے اس کے اذن کے بغیر کوئی چیز نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتی تقدیر خیر و شرّ کا منبع خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۰۸﴾

(یونس: 108)

اور اگر اللہ تجھے کوئی ضرر پہنچائے تو کوئی نہیں جو اُسے دور کرنے والا ہو مگر وہی۔ اور اگر وہ تیرے لئے کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو ٹالنے والا کوئی نہیں۔ اپنے بندوں میں سے جسے وہ چاہتا ہے وہ (فضل) عطا کرتا ہے اور وہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اسی طرح سورۃ شوریٰ میں ارشاد ہے:

وَمَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ ﴿۳۱﴾

(الشوریٰ: 31)

اور تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اس سبب سے ہے جو تمہارے اپنے ہاتھوں نے کمایا۔ جبکہ وہ بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے۔

اور سورۃ النساء میں فرمان ہے:

مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَاۤ اَصَابَكَ مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ

(النساء: 80)

جو بھلائی تجھے پہنچے تو وہ اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور جو ضرر رساں بات تجھے پہنچے تو وہ تیرے اپنے نفس کی طرف سے ہوتی ہے۔

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم میں آیا کہ لوگ آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کرکے کہہ رہے ہیں کہ نحوست اور بد شگونی گھر، عورت اور گھوڑے سے ہوتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا یہ سن کر سخت ناراض ہوئیں، اور فرمایا:

’’خدا کی قسم! جس نے محمد ﷺ پر قرآن اُتارا ہے رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہرگز نہیں فرمایا بلکہ آپ ﷺ نے تو فرمایا تھا کہ اہلِ جاہلیت ان تین چیزوں کے متعلق نحوست اور بدشگونی کے قائل تھے‘‘

(مسند احمد بن حنبل الملحق المستدرک من مسند الانصار، مسند الصدیقہ عائشۃ بنت الصدیقؓ 26562)

دینِ اسلام میں آج تک جتنی بھی رسوم، رواج، تبدیلیاں اور بدعات داخل ہوئی ہیں ان کی بنیادی وجہ احکام الٰہی کو نہ سمجھنا، توہم پرستی اور دیگر مذاہبِ باطلہ کی بلا سوچے سمجھے پیروی شامل ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

بنیادی طور پر کسی دوسرے سے بیماری کے لگ جانے اور بد فالی لینے کا خیال وہم کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یعنی اس بارہ میں خواہ مخواہ کے وہم سے بچنا چاہئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے نیک فال پسند ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ نیک فال کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا پاکیزہ کلمہ یعنی اچھی بات کہنا اور اچھی بات سے اچھا نتیجہ نکالنا۔

(بخاری کتاب الطب باب الفال)

تمام گھڑیاں، دن، مہینے اور سال اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں نیک کام کریں تو مبارک اور بد کریں تو منحوس ہو جاتے ہیں۔ ایسے بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی دن کسی کے لئے مبارک اور کسی کے لئے منحوس ہو جیسا کہ قرآن پاک میں قومِ عاد کی سزا کے دنوں کے بارے میں فرمایا:

اس نے اُسے اُن پر مسخر کئے رکھا سات راتوں اور آٹھ دن تک اس حال میں کہ وہ اُنہیں جڑوں سے اکھیڑ کر پھینک رہی تھی۔ پس قوم کو تُو اُس میں پچھاڑ کھا کر گرا ہوا دیکھتا ہے جیسے وہ کھجور کے گرے ہوئے درختوں کے تنے ہوں۔

(الحاقۃ: 8)

اور ان سات راتوں اور دنوں کو ان کے لئے منحوس قرار دیا ورنہ تو سارے دن ان کے لئے منحوس تھے۔

پس ہم نے سخت منحوس دنوں میں اُن پر ایک تیز آندھی چلائی تا کہ ہم انہیں (اس) دنیا کی زندگی میں ذِلّت کا عذاب چکھائیں اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ رُسوا کن ہے اور وہ مدد نہیں دیئے جائیں گے۔

(حٰمٓ السجدہ: 17)

نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اچھا کام کریں تو بابرکت اور برا ہو تو منحوس۔ کسی دن کو منحوس نہیں کہہ سکتے۔

منگل کے دن کے بارے میں آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی حکمت آپ ﷺ کے عاشقِ صادق نے خوب سمجھی۔ بلکہ اس کی خوب وضاحت فرمائی تا کہ توہمات کا سلسلہ شرک تک نہ لے جائے۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم رضی اللہ عنہا کی پیدائش کا مرحلہ تھا منگل کو ولادت متوقع تھی آپؑ نے دعا کی کہ:

’’خدا اسے منگل کے تکلیف دہ اثرات سے محفوظ رکھے‘‘

اس کی وضاحت میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

’’بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ رضی اللہ عنہا نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنوں میں سے منگل کے دن کو اچھا نہیں سمجھتے تھے نیز بیان کیا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی رضی اللہ عنہ نے کہ جب مبارکہ بیگم (ہماری ہمشیرہ) پیدا ہونے لگی تو منگل کا دن تھا اس لئے حضرت صاحب نے دعا کی کہ خدا اسے منگل کے تکلیف دہ اثرات سے محفوظ رکھے خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جمعہ کے دن پیدا ہوئے تھے اور فوت ہوئے منگل کے دن۔ اور جاننا چاہئے کہ زمانہ کی شمار صرف اہل دنیا کے واسطے ہے اور دنیا کے واسطے واقعی آپ کی وفات کا دن ایک مصیبت کا دن تھا۔

اس روایت سے یہ مراد نہیں ہے کہ منگل کا دن کوئی منحوس دن ہے بلکہ اس سے صرف یہ مراد ہے کہ منگل کا دن بعض اجرام سماوی کے مخفی اثرات کے ماتحت اپنے اندر سختی اور تکلیف کا پہلو رکھتا ہے چنانچہ منگل کے متعلق حدیث میں بھی آنحضرت ﷺ کا یہ قول آتا ہے کہ منگل وہ دن ہے جس میں خدا تعالیٰ نے پتھریلے پہاڑ اور ضرر رساں چیزیں پیدا کی ہیں (دیکھو تفسیر ابن کثیر آیت خلق الارض فی یومین)

(سیرت المہدی حصہ اول روایت 11 صفحہ 8۔9)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 2 جولائی 1954ء میں کسی سوال کے جواب میں وضاحت فرماتے ہیں:

’’یہ وہم کر لینا کہ فلاں دن منحوس ہے اور فلاں دن غیر منحوس یہ تو بڑی خرابی پیدا کرنے والا ہے اس پر انہوں نے کہا کہ آپ ہی نے تو کسی تقریر میں کہا تھا کہ منگل کے دن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو شاید کوئی الہام ہوا تھا یا کوئی اور وجہ تھی کہ آپ اسے ناپسند فرمایا کرتے تھے۔ میں نے کہا میں نے تو صرف ایک روایت کی تشریح کی تھی یہ تو نہیں کہا تھا کہ منگل کا دن منحوس ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف ایک ایسی روایت منسوب کی جاتی ہے۔ اس لئے میں نے بتایا تھا کہ اگر اس روایت کو درست تسلیم کیا جائے تو شاید منگل کے دن سے آپ کو اس لئے تخویف کرائی گئی ہو کہ آپ کی وفات منگل کے دن ہونے والی تھی۔ مگر بعض لوگوں نے اس مخصوص بات کو جو محض آپ کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی وسیع کر کے اسے ایک قانون بنا لیا اور منگل کی نحوست کے قائل ہو گئے۔ حالانکہ جو چیز خدا کی طرف سے ہو اس کو نحوست قرار دینا بڑی بھاری نادانی ہوتی ہے۔ اگر منگل کا دن منحوس ہوتا تو خدا تعالیٰ کو کہنا چاہئے تھا کہ اور تو سب دنوں میں میری صفات کام کرتی ہیں لیکن منگل کا دن چونکہ منحوس ہے اس میں میری صفات کام نہیں کرتیں۔ اور اگر خدا تعالیٰ نے کسی دن کی نحوست محسوس نہیں کی تو ہم یہ کریں یہ ایسی باتیں ہیں جن سے وہم بڑھتا ہے اور زندہ قوموں کے افراد کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اس قسم کے وہموں میں مبتلا ہونے سے اپنے آپ کو بچائیں۔

دنوں میں اگر کوئی خاص برکت نہیں ہوتی تو رسولِ کریم ﷺ نے یہ کیوں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری قوم کے لئے جمعرات کے سفر میں برکت رکھی ہے تو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ وہاں ایک وجہ موجود ہے اور وہ یہ کہ رسول کریم ﷺ کا منشاء یہ تھا کہ جمعہ کے دن تمام لوگ شہر میں رہیں اور اکٹھے ہو کر نماز ادا کریں تا کہ جب لوگ اکٹھے ہوں تو وہ ایک دوسرے کی مشکلات حل کریں اہم امور میں ایک دوسرے سے مشورہ لیں اور اپنی ترقی کی تدابیر سوچیں اور یہ چیزیں اتنی اہم ہیں کہ ان کو ترک کر کے کسی سفر کے لئے چلے جانا کسی صورت

بقیہ صفحہ 13 پر

مرتبہ:۔ظہیر احمد خان۔انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن

بنیادی مسائل کے جوابات

قسط نمبر 23

سوال:۔ ایک نوجوان نے احمدیت کے بارہ میں نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے لباس اور آپ کے زیر استعمال بعض اشیاء کے بارہ میں متفرق استفسارات حضور انور کی خدمت اقدس میں تحریر کئے۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 23 مارچ 2020ء میں ان سوالات کے درج ذیل جوابات ارشاد فرمائے۔حضور نے فرمایا:۔

جواب:۔ احادیث میں مختلف صحابہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ عمامہ کا استعمال فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

اسی طرح حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے خطاب فرمایا اور آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

(صحیح مسلم کتاب الحج باب جَوَازِ دُخُولِ مَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضور ﷺ کی اس سنت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

’’آنحضرت ﷺ تہ بند بھی باندھا کرتے تھے اور سراویل بھی خریدنا آپ کا ثابت ہے جسے ہم پاجامہ یا تنبی کہتے ہیں۔۔۔۔علاوہ ازیں ٹوپی۔ کرتہ۔ چادر اور پگڑی بھی آپؐ کی عادت مبارک تھی۔‘‘

(الحکم نمبر 14 جلد 7۔مؤرخہ 17اپریل 1903ء صفحہ 8)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آقا و مطاع حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے حقیقی عاشق، آپ کے کامل متبع اور سچے غلام تھے۔ پس آپؑ نے حضور ﷺ کی سنت کے مطابق پگڑی کا استعمال فرمایا۔

باقی جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پگڑی پہننے کی بجائے بالوں کی Knot بنانے کی بات ہے تو اس بارہ میں یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضور ﷺ کی اعلیٰ درجہ کی اطاعت اور آپؐ سے حد درجہ کی محبت کے نتیجہ میں ظلی اور امتی نبی کے مقام پر فائز فرمایا۔ انبیاء خدا تعالیٰ کے شعائر میں سے ہیں جن کا ادب اور احترام ہم پر واجب ہے۔ پس انبیاء کی ذات کے بارہ میں اس قسم کے سوال ان کی شان کے خلاف متصور ہوتے ہیں۔

خود بخود چلنے والے پین والی بات غلط ہے۔ نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس ایسا کوئی پین تھا اور نہ میرے پاس ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کا اپنے پیاروں کے ساتھ ایسا تعلق ہوتا ہے کہ وہ ہر معاملہ میں خود ان کی راہنمائی کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہی تعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کے ساتھ ہے۔

جہاں تک احمدیہ کمیونیٹی کا تعلق ہے تو یہ کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔ بلکہ اسلام کی حقیقی جماعت ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے بانیٔ اسلام حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیشگوئیوں کے عین مطابق قائم فرمایا ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ دنیا کی اصلاح اور بہتری کیلئے پہلے وقتوں میں مختلف علاقوں اور مختلف زمانوں میں انبیاء مبعوث کرتا رہا ہے اور لوگوں کی راہنمائی کیلئے انہیں تعلیمات سے نوازتا رہا ہے۔ اسی طرح اس نے ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ساری دنیا کی ہدایت کیلئے مبعوث فرمایا اور قیامت تک قائم رہنے والی دائمی تعلیم قرآن کریم کا آپ پر نزول فرمایا۔

حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر پیشگوئی فرمائی تھی کہ ایک وقت آئے گا جب امت مسلمہ میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا اور مسلمان اسلام کی حقیقی تعلیم سے دور ہو جائیں گے۔ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ اس امت پر رحم فرماتے ہوئے اس کی راہنمائی کیلئے حضور ﷺ کے ہی متبعین میں سے آپ کے ایک غلام صادق کو کھڑا کرے گا جو لوگوں کو اُس تعلیم پر قائم کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر نازل فرمائی تھی اور جس کی تشریح آپؐ نے اپنے اقوال و افعال سے فرمائی تھی۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی ساری زندگی اس ذمہ داری کو نبھانے میں صرف فرمائی۔ آپ کے وصال کے بعد حضور ﷺ کی ہی پیشگوئی کے مطابق جماعت احمدیہ میں خلافت کا بابرکت سلسلہ جاری ہوا اور جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافت کے بابرکت سائے میں اسلام کا پرامن پیغام اور اس کی خوبصورت تعلیم ساری دنیا میں پہنچانے پر کمر بستہ ہے۔

پس احمدیہ کمیونیٹی کسی انسان کا بنایا ہوا ادارہ نہیں جس کے سادہ ہونے یا نہ ہونے پر بات کی جائے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا لگایا ہوا ایک پودہ ہے جو اسی کی دی ہوئی تعلیمات انسانوں کی بھلائی کیلئے دنیا میں پھیلانے میں کوشاں ہے۔

بُرائی اور اچھائی کے بارہ میں آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ بُرائی اور اچھائی کا معیار کیا ہے؟ ہوسکتا ہے کہ ایک بات آپ کے نزدیک بُری ہو لیکن کسی دوسرے کے نزدیک اچھی ہو۔ اور دنیا میں اس کی کئی مثالیں مل سکتی ہیں۔ لیکن مذہب کی دنیا میں جن باتوں کے کرنے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا وہ اچھائی ہے اور جن باتوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا وہ بُرائی ہے، جسے اسلامی اصطلاح میں اوامر و نواہی کہا جاتا ہے۔ اور ایک مسلمان سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ان اوامر و نواہی پر کاربند ہو۔یعنی جن باتوں کے کرنے کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حکم دیا ان کو بجالائے اور جن باتوں سے اللہ اور اس کے رسول نے منع فرمایا ان کر ترک کر دے۔ اس کے اسی قسم کے اعمال کے مطابق اس سے معاملہ کیا جائے گا۔

جہاں تک دوسرے مذاہب کے لوگوں کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان میں سے جس نے بھی کوئی نیک عمل کیا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ چنانچہ ایک فاحشہ عورت کے پیاسے کتے کو پانی پلانے پر اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو معاف کر دیا اور اسے جنت میں داخل کر دیا۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ رحم پر مبنی صفات کا بھی مالک ہے اور جب چاہے وہ انہیں استعمال کرنے پر قادر ہے۔

باقی آپ کے کوڑا اٹھانے پر جنہوں نے اعتراض کیا ہے، ان کی بات غلط ہے۔ جماعت احمدیہ میں تو ایسے کام کیلئے وقارعمل کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔یعنی ایسا کام جس کے کرنے سے انسان کا وقار اور عزت بڑھتی ہے۔ اپنے علاقہ اور ماحول کو صاف رکھنا تو ایک بہت اچھی عادت ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے بھی حکم دیا ہے۔ میں نے خود بھی کئی دفعہ وقارعمل کے تحت کوڑا کرکٹ اٹھایا ہے اور گندی نالیاں صاف کی ہیں۔

صفائی کرنے اور کوڑا کرکٹ اٹھانے سے ہرگز عزت نہیں جاتی۔عزت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اس کے حکموں کی خلاف ورزی کرنے سے عزت جاتی ہے۔ لہٰذا ہمیں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پرعمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔

سوال:۔ ایک خاتون نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں لکھا کہ عام ضرورت کی اشیاء کی فروخت کے کاروبار میں اشیاء کی قیمت قسطوں میں ادا کرنے والوں سے عام قیمت سے کچھ زیادہ لینا سود تو نہیں؟ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 30 مارچ 2020ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطاء فرمایا۔حضور نے فرمایا:۔

جواب:۔آپ اپنے کاروبار میں چیز خریدنے والوں کو اگر پہلے بتادیں کہ نقد کی صورت میں اس چیز کی اتنی قیمت ہوگی اور اگر وہ اُسی چیز کی قیمت قسطوں میں ادا کریں گے تو انہیں اتنے پیسے زیادہ دینے پڑیں گے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور یہ سود کے زمرہ میں نہیں آتا۔ کیونکہ اس صورت میں آپ کو قسطوں میں چیزیں خریدنے والوں کا باقاعدہ حساب رکھنا پڑے گا اور ہوسکتا ہے کہ انہیں ان کی قسطوں کی ادائیگی کیلئے یاد دہانیاں بھی کروانی پڑیں، جس پر بہر حال آپ کا وقت صرف ہو گا اور دنیاوی کاموں میں وقت کی بھی ایک قیمت ہوتی ہے چنانچہ ملازمت پیشہ لوگ اپنے وقت ہی کی بڑی بڑی تنخواہیں لیتے ہیں۔

سوال:۔ ایک خاتون نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں کسی اخبار میں سے شائع ہونے والا ایک عورت کا واقعہ کہ اس نے اپنے خاوند کو اس کے شراب کے نشے میں دُھت ہونے کی وجہ سے ہمبستری سے انکار کر دیا، بیان کر کے دریافت کیا ہے کہ اگر میاں بیوی میں سے ایک فریق نشے میں ہو تو کیا باہم محبت کے جذبات قائم رہ سکتے ہیں؟ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 30 مارچ 2020ء میں اس مسئلہ کے بارہ میں درج ذیل ارشاد فرمایا۔حضور نے فرمایا:۔

جواب:۔ ایسی صورت میں سوال محبت کے جذبات قائم رہنے یا نہ رہنے کا نہیں بلکہ سلیم فطرت کی بات ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرعون کی بیوی کی اس دعا کو ہمارے لئے محفوظ کرکے ہماری راہنمائی فرمائی ہے کہ رَبِّ ابۡنِ لِیۡ عِنۡدَکَ بَیۡتًا فِی الۡجَنَّۃِ وَنَجِّنِیۡ مِنۡ فِرۡعَوۡنَ وَعَمَلِہٖ یعنی اے خدا! تو اپنے پاس ایک گھر جنت میں میرے لئے بھی بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کی بداعمالیوں سے بچا لے۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ فرعون کی بیوی فرعون سے علیحدگی لینے میں بہرحال مجبور تھی جو اس نے خدا کے حضور یہ التجا کی۔

بقیہ صفحہ 13 پر

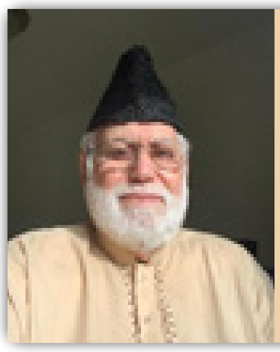

محمد افضل بٹ۔ امریکہ

لَا یُفۡلِحُ السَّاحِرُ حَیۡثُ اَتٰی

آنحضورؐ پر کئے جانے والے جادو کی حقیقت

تمہید

نبی کی وفات کے بعد وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس مذہب کے لوگ دین کی تعلیم سے دور ہوتے جاتے ہیں اور مذہبی تعلیم کو بھول جاتے ہیں۔ تب معاشرے میں دو گروہ بن جاتے ہیں۔ ایک گروہ کے لوگ تو ویسے ہی مذہب کی حقیقت سے دور جا پڑتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ مذہب پر عمل صرف دوسری قسم کے گروہ کے لوگوں کا کام ہے اور مذہب کا سارے کا سارا دارو مدار انہیں کے کندھوں پر ڈال دیتے ہیں اور یہ دوسری قسم کے لوگ بھی چونکہ نبی کے زمانہ سے دور ہو چکے ہوتے ہیں تو وہ مذہب کو اپنی مرضی سے چلاتے ہیں اور اپنی ہی مرضی کے عقائد نافذ کرتے چلے جاتے ہیں اور یہ لوگ جو کسی بھی مذہب کے علماء کا طبقہ ہوتا ہے وہ، عوام الناس جو کہ گروہ اول سے تعلق رکھتے ہیں، کی مذہب سے لا علمی کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ لوگ عوام الناس کو ایسے عجیب و غریب معاملات میں الجھا کر اپنی روزی روٹی کمانے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ اپنی چالاکیوں کو رزق کمانے کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور ان سب کاموں کے لئے مذہب کا سہارا لیتے ہیں اور یہ نہیں خیال کرتے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاللّٰہُ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ جبکہ وہ اپنی ایسی حرکات سے اور مذہبی تعلیمات میں اپنی مرضی کی تاویلات کر کے عوام الناس کو گمراہ کرتے ہیں اور ان کو اس بات کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ ان کے اس قسم کے عقائد اور تاویلات سے انبیاء، مذاہب اور بسا اوقات خدا تعالیٰ کی ذات پر زد پڑتی ہے۔

ایسا ہی آج کل پاکستان کے مختلف ٹی وی چینلز پر دیکھنے میں آرہا ہے۔ جہاں مختلف مکتبہ فکر کے لوگ علماء پینل کی شکل میں آتے ہیں۔ جب ان سے جادو کے متعلق سوال کیا جاتا ہے تو جادو کو برحق قرار دینے کے لئے ایک روایت پیش کرتے ہیں اور اس طرح وہ اپنی دکانداری چمکاتے ہیں اور کمال بے شرمی سے بتاتے ہیں کہ ہمارے سرور کائنات حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایک یہودی نے جادو کر دیا تھا اور اس کے اثر سے آپ ﷺ کو اکثر نسیان رہنے لگا تھا۔ (مَعَاذَاللّٰہِ)

ان علماء کے عقائد کا ردعمل

جب نام نہاد علماء ایسے دلائل بغیر تحقیق کے عوام الناس کے سامنے پیش کرتے ہیں تو عوام الناس ان کی باتوں کو تسلیم کرتے ہوئے یہ بات بھی تسلیم کر لیتے ہیں کہ نعوذ باللہ من ذالک جادو برحق ہے اور حضور ﷺ ایک یہودی کے جادو کے زیر اثر ہو گئے تھے۔ اور اس طریق پر ایسے نام نہاد علماء کی دکان کی چاندی ہو جاتی ہے۔

پھر تعویذ گنڈے کرنے والے جعلی پیر اور علماء کے ذریعے جادو اور عمل کے نام پر عورتوں کی عصمت لوٹنے اور جان تک لینے کے کئی واقعات سامنے آرہے ہیں۔

اس روایت پر کچھ بات کرنے سے پہلے اس وقت کے نام نہاد علماء کی حالت زار پر بات کرتے ہیں جو یہ بات خود بھی تسلیم کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ من ذالک سرور کائنات، شاہ دو جہاں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ ایک یہودی کے جادو کے زیر اثر ہو گئے تھے اور عوام الناس کو بھی مجبور کرتے ہیں کہ وہ بھی ایسی بے ہودہ باتوں کو قبول کریں۔ افسوس صد افسوس ایسے لوگوں کی سوچ پر۔

پھر ایسے عقائد کی وجہ سے اعتراضات کی ایک بوچھاڑ ہے جو اسلام پر کی جاتی ہے۔ اور ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا کہ حضور ﷺ کی ذات اقدس کو التزامات سے بچا سکیں۔

حدیث سحر

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ:سُحِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِنَّهُ لَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَفْعَلُ الشَّيْءَ وَمَا فَعَلَهُ، حَتّٰى إِذَا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ عِنْدِي، دَعَا اللّٰهَ وَدَعَاهُ، ثُمَّ قَالَ:أَشَعَرْتِ يَا عَائِشَةُ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَفْتَانِي فِيمَا اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ قُلْتُ:وَمَا ذَاكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ:جَاءَنِي رَجُلَانِ، فَجَلَسَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي، وَالآخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ، ثُمَّ قَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ:مَا وَجَعُ الرَّجُلِ؟ قَالَ:مَطْبُوبٌ، قَالَ:وَمَنْ طَبَّهُ؟ قَالَ:لَبِيدُ بْنُ الأَعْصَمِ اليَهُودِيُّ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ، قَالَ:فِيمَا ذَا؟ قَالَ:فِي مُشْطٍ وَمُشَاطَةٍ وَجُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ، قَالَ:فَأَيْنَ هُوَ؟ قَالَ:فِي بِئْرِ ذِي أَرْوَانَ قَالَ:فَذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أُنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ إِلَى البِئْرِ، فَنَظَرَ إِلَيْهَا وَعَلَيْهَا نَخْلٌ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَ:وَاللّٰهِ لَكَأَنَّ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الحِنَّاءِ، وَلَكَأَنَّ نَخْلَهَا رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ قُلْتُ:يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَأَخْرَجْتَهُ؟ قَالَ:”لَا، أَمَّا أَنَا فَقَدْ عَافَانِيَ اللّٰهُ وَشَفَانِي، وَخَشِيتُ أَنْ أُثَوِّرَ عَلَى النَّاسِ مِنْهُ شَرًّا“ وَأَمَرَ بِهَا فَدُفِنَتْ

(صحیح بخاری حدیث نمبر 5766)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ پر سحر کیا گیا (یعنی دشمنوں نے مشہور کر دیا کہ آپ کو سحر کر دیا گیا ہے) حتیٰ کہ ان ایام میں آپ بعض اوقات یہ خیال فرماتے تھے کہ آپ نے فلاں کام کیا ہے حالانکہ درحقیقت نہیں کیا ہوتا تھا۔ (ایک اور روایت میں یہ ہے کہ) آپ بعض اوقات خیال کرتے تھے کہ میں اپنی فلاں بیوی کے گھر ہو آیا ہوں حالانکہ آپ اس کے گھر نہیں گئے ہوتے تھے۔ انہی ایام میں آپ ایک دن میرے مکان میں تھے اور آپ گھبراہٹ میں بار بار خدا کے حضور دعا فرماتے تھے اس دعا کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اے عائشہ! کیا تم تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ بات بتا دی ہے جو میں نے اس سے پوچھی تھی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ کیا بات ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا (خواب میں) میرے پاس دو آدمی آئے ان میں سے ایک میرے سر کی طرف بیٹھ گیا اور دوسرا پاؤں کی طرف بیٹھ گیا۔ پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا اس شخص کو کیا تکلیف ہے؟ (یہ انداز گفتگو بھی حکایت عن الغیر کی تائید کرتا ہے) دوسرے شخص نے (فتنہ پردازوں کے خیال کے مطابق) جواب دیا یہ وہی ہے جسے سحر کیا گیا ہے۔ اس پر پہلے شخص نے پوچھا اسے کس نے سحر کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا اسے لبید بن اعصم یہودی نے سحر کیا ہے جو بنی زریق کا حلیف ہے (اور ایک روایت میں ہے کہ وہ منافق تھا) اس پر پہلے شخص نے پھر سوال کیا کس چیز کے ذریعہ سحر کیا گیا ہے؟ دوسرے نے کہا ایک کنگھی میں سر کے بالوں کی گرہیں باندھ کر اور اسے ایک نر کھجور کی خشک شاخ میں لپیٹ کر رکھا گیا ہے۔ پوچھنے والے نے سوال کیا یہ کنگھی وغیرہ کہاں رکھی ہے؟ دوسرے نے جواب دیا وہ ذروان کے کنویں میں رکھی ہے۔ اس خواب کے بعد آپ اپنے بعض صحابہ کے ساتھ اس کنوئیں پر تشریف لے گئے اور اس کا معائنہ فرمایا۔ اس پر کھجوروں کے کچھ درخت اُگے ہوئے تھے پھر آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے پاس واپس تشریف لائے اور ان سے فرمایا۔ عائشہ! میں اسے دیکھ آیا ہوں۔ اس کنوئیں کا پانی مہندی کے پانی کی طرح سرخی مائل ہو رہا ہے۔ اور اس کے کھجور کے درخت تھوہر کے درختوں کی طرح مکروہ نظر آتے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا آپ نے اس کنگھی وغیرہ کو باہر نکلوا کر پھینک کیوں نہ دیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، خدا نے مجھے محفوظ رکھا اور مجھے شفا دے دی تو پھر میں اسے باہر پھینک کر لوگوں میں ایک بری بات کا چرچا کیوں کرتا (جس سے کمزور طبیعت کے لوگوں میں سحر کی طرف خوانخواہ توجہ پیدا ہونے کا اندیشہ تھا) پس اس کنوئیں کو دفن کر کے بند کروا دیا گیا“

علماء کو کہاں غلطی لگی؟

اصل میں غلطی علماء کو حدیث کو سمجھنے میں لگی اور انہوں نے اس پر تحقیق کرنے کی بجائے ظاہر پر ہی اکتفا کر لیا یا صرف ظاہر پر ہی اکتفاء کرنا چاہا۔ پس یہ بات مدنظر رکھنی چاہئے کہ حکایت عن الغیر کا طریق کلام عربوں میں عام رائج تھا بلکہ خود قرآن مجید نے بھی بعض جگہ اس طرز کلام کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ دوزخیوں کو مخاطب کر کے خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

ذُقۡ ۚۙ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡکَرِیۡمُ

(الدخان: 50)

یعنی اے جہنم میں ڈالے جانے والے شخص! تو خدا کے عذاب کو چکھ بے شک تو بہت عزت والا بڑا شریف انسان ہے۔

اب اس سے ہرگز یہ مراد نہیں لینا چاہئے کہ نَعُوۡذُ بِاللّٰہِ جہنم واصلین کو معزز کہا جا رہا ہے۔ بلکہ یہ انداز گفتگو ہے کہ اے وہ شخص جس کو اس کے ساتھی اور وہ خود بھی اپنے آپ کو معزز خیال کرتے تھے اب تو خدا کے عذاب کو چکھ لے۔ تو خود کو معزز اور دوسروں کو حقیر خیال کرتا تھا اب اس عذاب کا مزہ چکھ لو۔ بالکل ایسے ہی خواب میں ان دو آدمیوں یا دو فرشتوں نے اختیار کیا جو آنحضرت ﷺ کو اس خواب میں نظر آئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے جو کہا کہ اسے جادو ہوا ہے اس سے مراد بھی وہی تھی کہ لوگوں کے خیال کے مطابق اسے سحر ہو گیا ہے اور لوگوں کے خیال کا انہوں نے وہاں ذکر کیا ہے۔

قرآنی دلیل

ایسے نام نہاد علماء کو یہ بات مدنظر رکھنی چاہئے کہ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ

لَا یُفۡلِحُ السَّاحِرُ حَیۡثُ اَتٰی

(طٰہٰ:70)

یعنی ایک ساحر خواہ کوئی سا طریق اختیار کرے وہ خدا کے ایک نبی کے مقابل پر کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔

اب کیا خدا تعالیٰ نعوذ باللہ کمزور پڑ گیا تھا کہ اپنے اس وعدے کو پورا نہ کرتا۔ یا ان کے جادو کی طاقت خدا تعالیٰ کی طاقت سے زیادہ ہو گئی تھی۔ جو خدا تعالیٰ اپنا وعدہ پورا نہ کر سکا (مَعَاذَاللّٰہِ)

رؤیا کا اصل مقصد

خواب کی اصل غرض یہ تھی کہ جو چیز ان خبیثوں نے چھپا کر ایک کنوئیں میں رکھی ہوئی تھی اور اس کے ذریعہ وہ اپنے ہم مشرب لوگوں کو دھوکا

دیتے تھے اسے خدا اپنے رسول پر ظاہر کر دے تا ان کے اس مزعومہ سحر کو ملیا میٹ کر دیا جائے۔ اور درحقیقت ایسا ہی ہوا کہ ان کے آلہ سحر کو سپرد خاک کر دیا گیا اور بالواسطہ طور پر اس کے نتیجہ میں آنحضرت ﷺ کی طبیعت کا یہ فکر بھی کہ یہ لوگ اس قسم کی شرارتیں کر کے سادہ مزاج لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں زائل ہو گیا اور یہ خدائی وعدہ بڑی آب و تاب کے ساتھ پورا ہوا کہ:

لَا یُفۡلِحُ السَّاحِرُ حَیۡثُ اَتٰی (طٰہٰ:70)

اب اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ:

صلح حدیبیہ کے واقعہ کے بعد جس کی وجہ سے حضور ﷺ دوسروں کی لغزش کے خیال سے کافی فکر میں رہتے تھے اور انہی ایام میں آپ نے دردوں کے علاج کی غرض سے اپنے سر مبارک پر سینگیاں بھی لگوائی تھیں۔ آپ کچھ عرصہ کے لئے نسیان کے مرض میں مبتلا ہو گئے تھے اور آپ کوئی دنیوی باتیں جو گھریلو معاملات سے تعلق رکھتی تھیں بھول جاتے تھے۔

آپ کی اس حالت کو دیکھ کر یہودیوں اور منافقوں نے جو ہمیشہ ایسی باتوں کی آڑ لے کر اسلام اور مقدس بانی اسلام کو بدنام کرنا چاہتے تھے یہ مخفی چرچا شروع کر دیا کہ ہم نے نعوذ باللہ مسلمانوں کے نبی پر جادو کر دیا ہے۔ ان کا یہ چرچا ایسا ہی تھا جیسا کہ انہوں نے غزوۂ بنی مصطلق میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے رہ جانے کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بدنام کرنا شروع کر دیا تھا اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تلخ کرنے کی ناپاک کوشش کی تھی۔

اس مزعومہ سحر کی ظاہری علامت کے طور پر تا کہ سادہ طبع لوگوں کو زیادہ آسانی سے دھوکا دیا جا سکے ان خبیث فطرت لوگوں نے یہودی النسل منافق لبید بن اعصم کے ذریعہ پرانے طریق کے مطابق ایک کنگھی میں کچھ بالوں کی گرہیں باندھ کر اسے ایک کنوئیں میں دبا دیا اور مخفی گپ بازی شروع ہو گئی جو حضور ﷺ کی مزید پریشانی کا موجب ہوئی۔

حضور ﷺ نے خدا تعالیٰ سے گھبراہٹ اور اضطراب سے دعائیں کیں کہ اے خدا! تو ہی اپنے فضل سے اس فتنہ کو روک اور لوگوں کو ٹھوکر کھانے سے بچا لے۔

خدا تعالیٰ نے حضور ﷺ کی دعاؤں کو قبول فرمایا اور لوگوں کے سامنے لبید بن اعصم کی شرارت کا پول کھول دیا۔ اس پر آپ ﷺ صحابہؓ کے ہمراہ اس کنوئیں تک گئے اور (مزعومہ) سحر زدہ کنگھی کو سپرد خاک کر دیا اور ساتھ ہی کنواں بھی بند کروا دیا۔

انبیاء کرام پر جادو اثر نہیں کرتا

آنحضرت ﷺ کو خدا تعالیٰ نے ایسی قوت قدسیہ عطا کی تھی کہ آپ ﷺ پر کسی کے سحر کا اثر نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ قرآن کریم نازل کرنے والا خدا کہہ رہا ہے۔ قرآن کریم کی روشن اور واضح آیات سے آنحضرت ﷺ کے وجود باجود کی عظمت سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ سید ولد آدم اور تمام نبیوں کے سردار ہیں۔ رسولوں اور انبیاء علیہم السلام کی یہ شان نہیں ہوتی کہ ان پر جادو کا کچھ اثر ہو سکے۔

سحر تو حضرت سلیمانؑ پر نہ چل سکا نہ حضرت موسیٰؑ پر چل سکا نہ حضرت عیسیٰؑ اور نہ ہی کسی اور نبی پر جادو کا اثر ہوا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے سرور کائنات، شاہ دو جہاں، جس وجود کے لئے ہی تمام کائنات کی تخلیق ہوئی یعنی ہمارے سید و مولا، سید الانبیاء حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ پر جادو اثر کرتا۔

انبیاء کے مخالف بھی تو انبیاء کے پیروکاروں پر یہی الزام لگاتے آئے ہیں کہ

یَقُوۡلُ الظّٰلِمُوۡنَ اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسۡحُوۡرًا (بنی اسرائیل:48)

ترجمہ: ظالم لوگ کہتے ہیں کہ تم ایک محض ایسے شخص کی پیروی کرتے ہو جو سحر زدہ ہے۔

اب دیکھا جائے تو یہ قول تو انبیاء کے مخالفین کا ہوا کرتا ہے اور یہ آج کل کے علماء کس طرح خود تسلیم کرتے ہیں کہ نعوذباللہ من ذالك حضور ﷺ پر جادو کا اثر ہو گیا تھا۔ ایک دوسرے مقام پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

جادو بھی شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ رسولوں اور نبیوں کی یہ شان نہیں ہوتی کہ ان پر جادو کا کچھ اثر ہو سکے۔ بلکہ ان کو دیکھ کر جادو بھاگ جاتا ہے جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے: لَا یُفۡلِحُ السَّاحِرُ حَیۡثُ اَتٰی (طٰہٰ:70) دیکھو حضرت موسیٰؑ کے مقابل پر جادو تھا۔ آخر موسیٰ غالب ہوا کہ نہیں؟ یہ بات بالکل غلط ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مقابلہ پر جادو غالب آ گیا۔ ہم اس کو کبھی نہیں مان سکتے۔ (ملفوظات جلد 9 صفحہ 471)

یعنی

1. جادو بھی شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔
2. رسولوں اور نبیوں پر جادو کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کو دیکھ کر جادو بھاگ جاتا ہے۔
3. کسی خبیث نے اس واقعہ میں بعض باتیں ملا دی ہیں۔ ایسی باتیں کہنے والے تو ظالم ہیں نہ مسلمان۔ یہ تو بے ایمانوں اور ظالموں کا قول ہے۔

کیا نبی کو نسیان ہو سکتا ہے؟

یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ انبیاء کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں۔ 1: وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مصفیٰ وحی پا کر خدا تعالیٰ کا پیغام دنیا تک پہنچانے کے لئے اس کا نبی اور رسول ہوتا ہے۔ 2: وہ انسانوں میں سے ایک انسان ہوتا ہے۔ اور اس کے ساتھ تمام انسانی قوانین لگے ہوتے ہیں اور وہ ان قوانین کا بطور انسان ماتحت ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ یُوۡحٰۤی اِلَیَّ (الکہف:111)

یعنی اے رسول! تو لوگوں سے کہہ دے کہ میں تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں (اور تمام ان قوانین کے تابع ہوں جو دوسرے انسانوں کے ساتھ لگے ہوئے ہیں) ہاں میں یقیناً خدا کا ایک رسول بھی ہوں اور خدا کی طرف سے مخلوق خدا کی ہدایت کے لئے وحی و الہام سے نوازا گیا ہوں۔

اس آیت میں نبیوں اور رسولوں کی دوہری حیثیت کو کمال عمدگی سے بیان کیا گیا ہے۔ یعنی انہیں ایک جہت سے دوسرے انسانوں سے ممتاز کیا اور دوسری طرف سے ان کو دوسرے انسانوں سے باہر نہیں نکلنے دیا۔ پس اگر کوئی یہ کہے کہ نبی بشری لوازمات اور انسان کے طبعی خطرات سے بالا ہوتے ہیں وہ جھوٹا ہے۔ یقیناً نبی بھی دوسرے انسانوں کی طرح بیمار ہوتے ہیں اور ان کو بھی مختلف بیماریاں لاحق ہوتی ہیں جیسے کہ دوسرے انسانوں کو لاحق ہوتی ہیں۔ ہاں سوائے اس کے کہ کسی ایک نبی کو خدا کی طرف سے کسی خاص بیماری سے استثناء دیا گیا ہو۔

ایک اعتراض اور اس کا ازالہ

اگر کوئی شخص یہ بات کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تو کہا ہے کہ سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰۤی (الاعلیٰ:7) یعنی ہم تجھے پڑھائیں گے تو کبھی نہیں بھولے گا۔ تو آپ ﷺ کو نسیان کیوں کر ہو گیا؟

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ یہ وعدہ صرف قرآنی وحی کے متعلق ہے نہ کہ عام اور اس جگہ مراد یہ ہے کہ اے نبی! ہم جو وحی تجھ پر امت کی ہدایت کے لئے نازل کریں گے اسے تو نہیں بھولے گا اور ہم قیامت تک اس کی حفاظت کریں گے۔ عام معمولات زندگی اور دنیوی باتوں کے متعلق یہ وعدہ ہرگز نہیں ہے۔

حضور ﷺ نے خود ایک جگہ پر بیان فرمایا کہ

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَنۡسٰی کَمَا تَنۡسَوۡنَ فَاِذَا نَسِیۡتُ فَاذۡکُرُوۡنِیۡ

(ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب اذا صلیٰ خمسا)

یعنی میں بھی تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں اور جس طرح تم کبھی بھول جاتے ہو میں بھی بھول سکتا ہوں۔ پس اگر میں کسی معاملہ میں بھول جایا کروں تو تم مجھے یاد دلا دیا کرو۔

علماء گزشتہ کا کیا عقیدہ تھا؟

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں:

’’پس جس طرح آنحضرت ﷺ کو کبھی کبھی عام اور وقتی نسیان ہو جاتا تھا اسی طرح صلح حدیبیہ کے بعد کچھ عرصہ کے لئے بیماری کے رنگ میں نسیان ہو گیا۔ چنانچہ یہی وہ تشریح ہے جو سحر والی روایت کے تعلق میں بعض گزشتہ علماء نے کی ہے۔ مثلاً علامہ ماذری فرماتے ہیں:

قَدۡ قَامَ الدَّلِیۡلُ عَلٰی صِدۡقِ النَّبِیِّ ﷺ وَلَا مُعۡجِزَاتُ شَاھِدَات بِتَصۡدِیۡقِہٖ وَاِمَّا مَا یَتَعَلَّقُ بِاُمُوۡرِ الدُّنۡیَا الَّتِیۡ لَمۡ یُبۡعَثۡ لِاَجۡلِھَا فَھُوَ فِیۡ ذَالِكَ عَرۡضَةٌ لِّمَا یُعۡرَضُ مِنَ الۡبَشَرِ کَالۡاَمۡرَاض

(فتح الباری شرح بخاری جلد نمبر 10 صفحہ 177)

یعنی آنحضرت ﷺ کی صداقت پر بے شمار پختہ دلائل موجود ہیں اور آپ ﷺ کے معجزات بھی آپ کی سچائی پر گواہ ہیں۔ باقی عام دنیا کے امور جن کے لئے آپ ﷺ مبعوث نہیں کئے گئے تھے سو اس تعلق میں یہ ایک بیماری کا عارضہ سمجھا جائے گا جیسا کہ انسان کو دوسری بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔

اور علامہ ابن القصار فرماتے ہیں:

اَلَّذِیۡ اَصَابَہٗ کَانَ مِنۡ جِنۡسِ الۡمَرَض، بقولہ فی اٰخِرِ الۡحَدِیۡثِ اِمَّا اَنَّہٗ فَقَدۡ شفانی

(فتح الباری شرح بخاری جلد نمبر 10 صفحہ 177)

یعنی آنحضرت کو جو یہ عارضہ نسیان کا پیش آیا تو یہ بیماریوں میں سے ایک بیماری تھی جیسا کہ حدیث کے ان آخری الفاظ سے ظاہر ہے کہ اللہ نے مجھے شفا دے دی ہے۔

(مضامین بشیر جلد سوم صفحہ 652-653)

نتیجہ

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں:

’’خلاصہ کلام یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد آنحضرت ﷺ کی مذکورہ حالت جسے دشمنوں کے سحر کا نتیجہ قرار دیا گیا ہے وہ ہرگز کسی سحر وغیرہ کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ پیش آمدہ حالات کے ماتحت محض نسیان کی بیماری تھی جسے بعض فتنہ پرداز لوگوں نے رسول پاک کی ذات والا صفات کے خلاف پراپیگنڈے کا ذریعہ بنا لیا۔ قرآن مجید نبیوں پر سحر کے قصہ کو دور سے ہی دھکے دیتا ہے۔ عقل انسانی اسے قبول کرنے سے انکار کرتی ہے۔ حدیث کے الفاظ اس تشریح کو جھٹلاتے ہیں جو اس پر مڑھی جا رہی ہے۔ اور خود سرور کائنات افضل الرسل کا ارفع مقام سحر والے قصے کے تار و پود بکھیر رہا ہے۔‘‘

(مضامین بشیر جلد سوم صفحہ 653)

مولانا مرزا نصیر احمد۔ چھٹی مسیح لندن

اسلام میں استخارہ کا بابرکت نظام

زیر نظر مضمون کوئی تحقیقی مقالہ کی صورت میں پیش نہیں کیا جا رہا بلکہ اس موضوع پر آنحضور ﷺ کے ارشادات مبارکہ کی روشنی میں جو کچھ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے بعض خلفائے عظام اور دیگر مقدسین نے بعض تحریرات اور ملفوظات بیان فرمائے ہیں ان کو جمع کر کے قارئین کے استفادہ کیلئے پیش کرنا مقصود ہے۔ اور اس مضمون کا عنوان بھی حضرت قمر الانبیاء صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ کے ایک مضمون مطبوعہ (الفضل 4 نومبر 1949) سے آپ ہی کے الفاظ میں اخذ کیا گیا ہے اس لحاظ سے اس مواد کو صرف ایک یاددہانی کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے تا کہ ہم اپنی روزمرہ کی زندگی کے اہم فیصلوں میں ان ارشادات سے کما حقہ فائدہ اٹھا سکیں۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ اسلام استخارہ کو بے حد ضروری قرار دیتے اور اس کی بڑے اصرار سے تلقین فرمایا کرتے۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تصنیف سیرۃ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں فرماتے ہیں:

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ دوران ایام مقدمہ کرم دین میں ایک صاحب ابوسعید نامی کو جو ابوسعید عرب کے نام سے مشہور تھے لاہور سے بعض اخباروں کے پرچے لانے کے واسطے بھیجا گیا۔ انہیں کہا گیا کہ آپ سفر سے قبل استخارہ کر لیں اس وقت نماز عصر ہونے والی تھی اور مسجد مبارک میں احباب جمع تھے وہاں ہی ان کے سفر کے متعلق تجویز قرار پائی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ابوسعید عرب صاحب سے فرمایا کہ آپ نماز عصر میں ہی استخارہ کر لیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور پھر لاہور چلے گئے اور جس مقصد کے واسطے گئے اس میں کامیاب ہو کر آئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوسعید صاحب کو لاہور بھجوانے کا فیصلہ بہت عجلت میں کیا گیا تھا اور اغلباً نماز عصر کے معاً بعد ہی انہوں نے روانہ ہو جانا تھا تاہم حضرت اقدس علیہ السلام نے انہیں بغیر استخارہ کے روانہ نہیں ہونے دیا اور جس قدر بھی وقت یا موقعہ (نماز عصر کی صورت میں) میسر تھا اسی میں استخارہ کر لینے کا ارشاد فرمایا اور اس کی برکت سے انہیں کامیابی نصیب ہوئی۔ پس کسی بھی اہم کام اور سفر وغیرہ سے پہلے حضور علیہ السلام استخارہ پر بہت زور دیتے تھے۔ یہ ایک ایسی بابرکت دعا ہے کہ جس سے مسلمانوں کی بھاری اکثریت نے منہ پھیر لیا ہوا ہے اور اسی وجہ سے وہ قعر مذلت میں جا گرے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’آج کل اکثر مسلمانوں نے استخارہ کی سنت کو ترک کر دیا ہے حالانکہ آنحضرت ﷺ پیش آمدہ امر میں استخارہ فرمالیا کرتے تھے۔ سلف صالحین کا بھی یہی طریق تھا تو چونکہ دہریت کی ہوا پھیلی ہوئی ہے اس لئے لوگ اپنے علم وفضل پر نازاں ہو کر کوئی کام شروع کر لیتے ہیں اور پھر نہاں در نہاں اسباب سے جن کا انہیں علم نہیں ہوتا نقصان اٹھاتے ہیں۔ اصل میں یہ استخارہ ان بدرسومات کے عوض میں رائج کیا گیا تھا جو مشرک لوگ کسی کام کی ابتداء سے پہلے کیا کرتے تھے لیکن اب مسلمان اسے بھول گئے۔ حالانکہ استخارہ سے عقل سلیم عطا ہوتی ہے۔ جس کے مطابق کام کرنے سے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ بعض لوگ کوئی کام خود ہی اپنی رائے سے شروع کر بیٹھتے ہیں اور پھر درمیان میں آ کر ہم سے صلاح پوچھتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں جس علم وعقل سے پہلے شروع کیا تھا اس سے نبھائیں۔ اخیر میں مشورے کی کیا ضرورت‘‘

(بدر 13 جون 1907 صفحہ 3)

ہم دنیاوی امور میں بھی دیکھتے ہیں کہ ایک عقلمند انسان کسی بھی اہم فیصلہ سے پہلے اپنے قابل اعتماد دوستوں احباب سے مشورہ طلب کرتا ہے اور اس طرح اس کو اس مخصوص امر میں مالہ وماعلیہ معلوم ہو جاتے ہیں اور تب وہ کوئی قدم اٹھاتا ہے۔ استخارہ میں بھی ہم در اصل علام الغیوب خدا کے فضل کو تلاش کرتے اور اس کی راہنمائی طلب کرتے ہیں اور اس سے کام کے کرنے یا نہ کرنے کے سلسلہ میں مشورہ حاصل کرتے ہیں۔ یہ تحریر کرتے ہوئے مجھے کسی دوست کا ایک بیان کردہ واقعہ اچانک یاد آ گیا جو انہوں نے محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب جو ابھی حال ہی میں اپنے اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں کے بارہ میں بیان کیا تھا مگر افسوس کہ خود محترم مولانا صاحب سے کبھی اس کی تصدیق کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ اس لئے اس تحریر کو روک کر ان کے صاحبزادے مکرم نعمان احمد صاحب کو فون کر کے اس کی تفصیل دریافت کی تو پہلی بار یہ حیران کن مگر ایمان افروز تفصیلات سامنے آئیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ یہ واقعہ اندازاً 2000ء کے لگ بھگ کا ہو گا۔ ان کے خالو مکرم چوہدری رشید الدین صاحب (جو کھاریاں کے امیر بھی رہ چکے تھے) اپنی گاڑی پر ربوہ آئے ہوئے تھے۔ ان کی واپسی کے وقت صدر انجمن احمدیہ کا weekend آ گیا۔ (ربوہ میں آخری ہفتہ کو چھٹی ہوتی ہے لہٰذا جمعہ اور ہفتہ دودن چھٹی تھی) انہوں نے محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب (جو ان کے ہم زلف تھے) کو بھی دعوت دی کہ چلیں آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں آپ کو چھٹی تو ہے ہی۔ چھٹی ختم ہونے پر آپ کو کھاریاں سے واپس بھجوادیں گے۔ (مولانا صاحب خود بھی کھاریاں کے تھے)۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ اگر چہ چھٹی ہے تاہم station leave کی اجازت پھر بھی درکار ہو گی چنانچہ آپ نے ناظر اعلیٰ (جو کہ ہمارے موجودہ حضرت صاحب ایدہ اللہ تھے) صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب (اطال اللہ بقاء) کو فون کیا اور آپ سے اجازت کی درخواست کی جو (حضرت) ناظر اعلیٰ صاحب نے منظور فرمائی اور سفر کی اجازت دیدی۔ چنانچہ سفر کا پروگرام بن گیا اور مکرم مولانا صاحب نے چوہدری صاحب کو مطلع فرمادیا کہ صبح جب روانہ ہوں تو مجھے گھر سے لے لیں۔

اگلی صبح جب مکرم چوہدری صاحب اپنی گاڑی لیکر مولانا صاحب کے گھر پہنچے تو مولانا تیار تھے۔ بیگ گاڑی میں رکھا اور بیٹھ گئے۔ لیکن ساتھ ہی آپ کو کوئی خیال آیا اور اچانک یہ کہتے ہوئے اٹھ گئے کہ ایک گستاخی ہو گئی ہے۔ آپ لوگ ذرا انتظار کریں میں ابھی آتا ہوں۔ چنانچہ گاڑی سے نکل کر واپس مکان کے اندر گئے اور (حضرت) ناظر اعلیٰ صاحب کو دوبارہ فون کیا کہ مجھ سے در اصل یہ گستاخی ہو گئی کہ آپ سے سیدھا ہی جانے کی اجازت مانگ لی۔ مگر آپ کا مشورہ نہیں مانگا۔ اب اس لئے فون کیا ہے کہ گو آپ نے اجازت دیدی ہے مگر مشورہ بھی عطا فرمائیں کہ مجھے جانا چاہئے یا نہیں۔ تو ناظر اعلیٰ صاحب فرمانے لگے کہ اگر مشورہ طلب کرتے ہیں تو پھر میرا مشورہ یہی ہے کہ نہ جائیں۔ چنانچہ مولانا صاحب اسی وقت باہر آئے اور فرمانے لگے کہ میں نہیں جا رہا کرم ناظر اعلیٰ صاحب کا مشورہ یہی ہے کہ نہ جاؤں اور اپنا سامان بھی نکال لیا۔ اس پر چوہدری صاحب اور آپ کے ہمراہیوں کو کچھ ملال بھی ہوا کہ ہم تو آپ کی خاطر صبح نو بجے سے تیار ہو کر منتظر تھے اور اب آ کر آپ نے انکار کر دیا ہے۔ بہر حال چوہدری صاحب اپنی گاڑی پر روانہ ہو گئے۔ گاڑی ابھی کھاریاں نہیں پہنچی تھی کہ کچھ میل پہلے گاڑی کا حادثہ ہو گیا اور ایک کھڈ میں جا گری اس میں ڈرائیور صاحب توموقع پر ہی فوت ہو گئے اور خود چوہدری صاحب بھی شدید زخمی ہو گئے اور آپ کی کولہے کی ہڈی میں فریکچر ہو گیا۔ اور کچھ عرصہ بعد آپ خود بھی وفات پا گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ الغرض یہ ایک تقدیر الٰہی تھی جو اسی طرح پوری ہوئی۔ مگر محترم مولانا صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت صاحب جو ان دنوں ناظر اعلیٰ تھے کے مشورہ کی برکت سے بچا لیا۔ اور اس کے بعد سالہا سال آپ سلسلہ کی خدمت پر بھی مامور رہے۔ پس استخارہ میں ایک مومن در اصل اللہ تعالیٰ جو علام الغیوب ہے سے مشورہ اور راہنمائی طلب کرتا ہے اور اس کی برکت سے کامیاب ہو جاتا ہے اور یہی کسی مومن کی خوش قسمتی کا راز ہوتا ہے۔ آنحضور ﷺ کی ایک حدیث بھی اسی راز کی نشاندہی کرتی ہے کہ انسان کی خوش قسمتی کا راز اسمیں ہے کہ وہ ہر اہم کام اللہ تعالیٰ کے مشورہ کرنے یعنی استخارہ کرنے کے بعد کرتا ہے یعنی جب کوئی اہم کام درپیش ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس معاملہ میں کوئی فیصلہ کرنے یا کوئی اقدام کرنے سے پہلے خیر طلب کر لے ورنہ ایک مرتبہ فیصلہ کر لیا جائے اور قدم اٹھا لیا جائے تو اس کے بعد پھر مشورہ طلب کرنے کے کیا معنی؟ اور یہی بات اوپر ذکر کر آیا ہوں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ارشاد فرمائی کہ:

بعض لوگ کوئی کام خود ہی اپنی رائے سے شروع کر بیٹھتے ہیں اور پھر درمیان میں آ کر ہم سے صلاح پوچھتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں جس علم وعقل سے پہلے شروع کیا تھا اسی سے نبھائیں۔ اخیر میں مشورے کی کیا ضرورت ہے؟

(بدر 13 جون 1907 صفحہ 3)

امام سیوطی نے اپنی جامع صغیر میں آنحضور ﷺ کی ایک حدیث درج فرمائی ہے:

’’من سعادۃ ابن آدم استخارتہ اللّٰہ ومن سعادۃ ابن آدم رضاہ بما قضی اللّٰہ۔ ومن شقاوۃ ابن آدم ترکہ استخارۃ اللّٰہ ومن شقاوۃ ابن آدم سخطہ بما قضی اللّٰہ لہ‘‘

(ترمذی ومستدرک للحاکم)

یعنی انسان کی خوش قسمتی کا راز اس میں ہے کہ وہ اپنے جملہ کاموں میں اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرتا ہے اور راضی بقضائے الٰہی رہتا ہے۔ اور انسان کی بدبختی کا راز اس میں ہے کہ وہ استخارہ یعنی اللہ تعالیٰ سے اپنے کاموں میں خیر طلب کرنے کو نظرانداز کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ناراض ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر خوش قسمت بننا مطلوب ہو تو انسان استخارہ کی عادت اپنا لے کیونکہ استخارہ سے اللہ تعالیٰ انسان کے کاموں کا ضامن ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ استخارہ کے بعد متولی اور متکفل ہو جاتا ہے اور فرشتے اس کے نگہبان رہتے ہیں۔‘‘

(مکتوبات احمد جلد دوم صفحہ 350)

پس اس شخص سے کون بڑھ کر خوش قسمت ہوسکتا ہے جس کا متولی اور متکفل خود اللہ تعالیٰ ہو جائے اور وہ اپنے فرشتوں کو اس کا نگہبان بنا دے

جو اس کی منزل مقصود تک اس کی حفاظت پر مامور رہیں۔

سطور بالا میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے جس مضمون کا ذکر کر آیا ہوں جس کے عنوان کو خاکسار نے اپنے اس مضمون کے عنوان کے طور پر اختیار کیا ہے۔ وہ مضمون آپ نے اپنے کسی عزیز کے اس استفسار کے جواب میں قارئین ''الفضل'' کے استفادہ کے لئے شائع کرایا تھا جس میں اس عزیز نے کسی جماعتی تحریک میں شمولیت کے لئے راہنمائی طلب کی تھی جس کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا کہ

''تحریک تو یقیناً نیک اور بابرکت ہے لیکن کسی تحریک کے بابرکت ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ لازماً ہر فرد کے لئے بھی بابرکت سمجھی جائے۔ کیونکہ ہر شخص کے حالات جدا ہوتے ہیں اور ضروری نہیں کہ جو بات ایک شخص کے لئے بابرکت ہو۔ یا جو بات کثرت کے لئے بابرکت ہے وہ لازماً قلت کے لئے بھی بابرکت ہو اور پھر بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر آج حالات ایک رنگ میں ہیں تو کچھ عرصہ کے بعد دوسرا رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔ اس لئے میں نے اس عزیز کو لکھا کہ اس تحریک کے بابرکت ہونے کے باوجود یہ ضروری ہے کہ آپ اس معاملہ میں مسنون طریق پر استخارہ کریں اور استخارہ کے بعد جس بات پر اللہ تعالیٰ شرح صدر عطا کرے اسے اختیار کریں کہ یہی اسلام میں سعادت اور سلامت روی کا رستہ ہے''

یہ تحریر کر چکنے کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحبؓ نے مزید فرمایا کہ:

''اس عزیز کے اس استصواب اور اس پر اپنے جواب سے مجھے تحریک ہوئی کہ میں اس معاملہ میں الفضل کے ذریعہ بھی استخارہ کے مسئلہ کے متعلق ایک مختصر نوٹ شائع کرادوں تا اگر خدا چاہے تو میرا یہ نوٹ دوسرے دوستوں کے لئے بھی مفید ثابت ہو اور وہ استخارہ کے بابرکت نظام سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔ سوسب سے پہلے تو یہ جاننا چاہئے کہ استخارہ کوئی معمولی چیز نہیں بلکہ یہ وہ بابرکت نظام ہے جس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے انتہائی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک صحابی روایت کرتے ہیں کہ:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلّمنا الاستخارۃ فی الامور کلھا کما یعلّمنا سورۃ فی القرآن

یعنی آنحضرت ﷺ ہمیں اس طرح ہر امر میں استخارہ کی تاکید فرماتے اور اس کی تعلیم دیتے تھے جس طرح کہ آپ قرآنی سورتوں کے متعلق ہمیں تاکید کرتے۔

(مکتوبات احمد جلد دوم صفحہ 350)

درحقیقت انسان کا علم نہایت ہی محدود اور ناقص ہے اسے ایک گھنٹہ کے بعد پیش آنے والے حالات کا بھی علم نہیں ہوتا بلکہ اسے تو اگلے لحہ پیش آنے والے حالات کا بھی علم نہیں ہوتا پس ایسے ناقص اور محدود علم والے انسان کے لئے تو حد درجہ ضروری ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے غیر محدود علم سے برکت حاصل کرنے کا طریق اختیار کرے اور اسی کا نام دوسرے لفظوں میں استخارہ ہے چنانچہ حضرت صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں:

''کئی باتیں آج اچھی ہوتی ہیں لیکن کل کو ہمارے حالات کے بدل جانے کی وجہ سے یا خود اس بات کے حالات میں تبدیلی آجانے سے وہ ہمارے لئے اچھی نہیں رہتیں۔ اس لئے ضرور ہے کہ ہر اہم امر کا فیصلہ کرتے ہوئے خواہ وہ دینی ہو یا دنیاوی، ہم خدا سے دعا کریں کہ اے ہمارے آسمانی آقا جو ہر قسم کے زمانی اور مکانی غیب کا علم رکھتا ہے تو اپنی طرف سے ہمیں روشنی اور ہدایت عطا کر اور ہمیں اس رستہ پر ڈال دے جو تیرے علم میں ہمارے لئے آج بھی بہتر ہے اور کل بھی بہتر رہنے والا ہے، اور ہمیں اس راستہ سے بچا جو ہمارے لئے بہتر نہیں یا آج تو بہتر ہے مگر کل کو بہتر نہیں رہے گا۔''

(مکتوبات احمد جلد دوم صفحہ 350)

پس استخارہ کا اصل مقصد دراصل انسان کو ایسے صراط مستقیم پر ڈالنا ہے جس کا آخری انجام فلاح دارین اور کامیابی ہے اور یہی مغز ہے آنحضور ﷺ کے اس ارشاد مبارکہ کا کہ ''من سعادۃ ابن آدم استخارتہ اللّٰہ'' یعنی ابن آدم کی خوش بختی کا راز اس کی اس عادت میں پنہاں ہے کہ وہ ہر اہم کام میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کے ذریعے خیر حاصل کرے۔ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بھی اسی نقطہ نگاہ سے اس مضمون پر بہت بصیرت افروز طریق سے روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:

''مجھے یہ بات معلوم کر کے بہت تعجب ہوا کہ کئی لوگ ایسے ہیں جو یہ نہیں جانتے کہ استخارہ کیا ہوتا ہے حالانکہ استخارہ اسلام کے اعلیٰ رُکنوں میں سے ایک رُکن ہے اور اتنا بڑا رُکن ہے کہ ہر ایک مسلمان کے لئے فرض کیا گیا ہے اور بغیر اس کے اس کی عبادت مکمل ہی نہیں ہوسکتی کہ ایک دن رات میں پانچ وقت اور ہر ایک رکعت میں ایک بار استخارہ نہ کرے۔ تو یہ ایک ایسا ضروری اور لازمی رُکن ہے کہ اسلام نے اس کے لئے ایک دن رات میں پانچ اوقات مقرر کئے ہیں اور ہر وقت میں جتنی رکعت پڑھی جاتی ہیں اتنی ہی بار استخارہ کیا جاتا ہے۔ پھر سُنن اور نوافل میں بھی استخارہ ہوتا ہے۔ پس جب یہ ایسا ضروری اور اہم ہے تو اس سے ناواقفیت نہایت تعجب اور افسوس کا مقام ہے۔ استخارہ کے کیا معنی ہیں؟ یہ کہ خدا تعالیٰ سے خیر طلب کرنا اور اللہ تعالیٰ سے یہ چاہنا کہ وہ کام جو میں کرنے لگا ہوں اس کے کرنے کا سیدھا اور محفوظ رستہ دکھایا جائے۔ سورۃ فاتحہ جس کا ہر رکعت میں پڑھنا ضروری ہے اس میں بھی یہی کہا جاتا ہے کہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۲﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۳﴾ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ﴿۴﴾ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ﴿۵﴾ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ﴿۷﴾

پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جاتی ہے پھر تعریف کے بعد اپنی عبودیت کا اظہار ہوتا ہے اور اس کے بعد انسان اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے کہ اے میرے خدا! جس طرح تو اپنے خاص بندوں کی راہنمائی کیا کرتا ہے اسی طرح میری راہنمائی فرما اور اس راہ پر چلنے سے مجھے بچا جس پر وہ لوگ چلے جو کہ ایک وقت تک تو تیرے حکم کے ماتحت رہے لیکن پھر انہوں نے اس راہ کو چھوڑ دیا۔ یہ ہے سورہ فاتحہ جس کا ہر رکعت میں پڑھنا ضروری ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس کے پڑھنے کے بغیر نماز ہی نہیں ہوسکتی۔ یہی استخارہ ہے صرف نام کا فرق ہے۔ اسی کو سورۃ فاتحہ کہا جاتا ہے اور دوسرے وقت اسی کا نام استخارہ رکھا جاتا ہے۔ استخارہ کے معنی خیر مانگنا ہے اور اس خیر مانگنے کا طریق سورۃ فاتحہ میں بتایا گیا ہے اس لئے استخارہ کرنا اور سورۃ فاتحہ پڑھنا ایک ہی ہے۔ فرق اگر ہے تو یہ ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھتے وقت ہر ایک بات، ہر ایک معاملہ اور ہر ایک کام کے متعلق خیر طلب کی جاتی ہے مگر استخارہ کرتے وقت کسی خاص معاملہ کے متعلق خیر طلب کی جاتی ہے۔ تو اسلام نے سب عبادتوں کی جڑ استخارہ ہی کو مقرر کیا ہے۔

(الفضل 5 فروری 1918ء)

یہاں ضروری ہے کہ مسنون استخارہ کی دعا کے الفاظ اور اس کا ترجمہ اور استخارہ کا مسنون طریق بھی درج کر دیا جائے۔ احادیث میں یہ روایت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بیان فرمودہ ہے اس کا پہلا حصہ تو اوپر بیان ہو چکا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں ہر کام میں استخارہ اس طرح سکھاتے جس طرح قرآن سکھاتے تھے۔ پس ان الفاظ سے استخارہ کی اہمیت اور فضیلت خوب اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آنحضور ﷺ استخارہ پر کس قدر زور دیتے تھے اور آپ اس کو کس قدر اہم سمجھتے تھے۔ اس کے بعد کی روایت یوں ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

یقول اذا ھمّ احدکم بالامر فلیرکع رکعتین من غیر الفریضۃ ثم لیقل اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡتَخِیۡرُکَ بِعِلۡمِکَ وَاَسۡتَقۡدِرُکَ بِقُدۡرَتِکَ وَاَسۡأَلُکَ مِنۡ فَضۡلِکَ الۡعَظِیۡمِ فَاِنَّکَ تَقۡدِرُ وَلَا اَقۡدِرُ وَتَعۡلَمُ وَلَا اَعۡلَمُ وَاَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنۡ کُنۡتَ تَعۡلَمُ اَنَّ ھٰذَا الۡاَمۡرَ خَیۡرٌ لِّیۡ فِیۡ دِیۡنِیۡ وَمَعِیۡشَتِیۡ وَعَاقِبَۃِ اَمۡرِیۡ فَیَسِّرۡہُ لِیۡ ثُمَّ بَارِکۡ لِیۡ فِیۡہِ وَاِنۡ کُنۡتَ تَعۡلَمُ اَنَّ ھٰذَا الۡاَمۡرَ شَرٌّ لِّیۡ فِیۡ دِیۡنِیۡ وَمَعِیۡشَتِیۡ وَعَاقِبَۃِ اَمۡرِیۡ فَاصۡرِفۡہُ عَنِّیۡ وَاصۡرِفۡنِیۡ عَنۡہُ وَاقۡدُرۡ لِیَ الۡخَیۡرَ حَیۡثُ کَانَ ثُمَّ اَرۡضِنِیۡ بِہٖ۔

فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو دو رکعت نماز نفل پڑھے پھر یہ پڑھے۔ اللّٰھم انی استخیرک۔۔۔ ثم ارضنی بہ۔۔ تک پڑھے اور اپنی حاجت کا نام لے (لفظ ھذا الامر کی جگہ حاجت کا نام لے) یعنی اے اللہ میں تیرے علم کے وسیلے سے تجھ سے بھلائی اور تیری قدرت کے وسیلے سے تجھ سے قدرت مانگتا ہوں۔ اور تیرے فضل عظیم کا طلبگار ہوں تو ہر چیز پر قادر ہے اور میں کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا۔ تو ہر چیز کو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا۔ تو تو پوشیدہ چیزوں کو بھی جانتا ہے۔ اے اللہ اگر یہ مقصد میرے لئے، میرے دین، دنیا، آخرت، زندگی یا فرمایا: اس جہان میں اور آخرت کے دن جہان میں بہتر ہے تو اسے میرے لئے مہیا فرمادے۔ اور اگر تو اسے میرے دین، میری زندگی اور آخرت یا فرمایا اس جہان یا اس جہان کے لئے برا سمجھا ہے تو مجھے اس سے اور اسے مجھ سے دور کردے اور میرے لئے جہاں بھلائی ہو وہ مہیا فرما پھر اس سے مجھے راضی کر۔

یہاں مناسب ہوگا کہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا بھی اس دعا کے متعلق ارشاد درج کر دیا جائے جس میں حضور علیہ السلام نے استخارہ کا طریق بھی بیان فرمایا ہے۔

حضرت اقدس علیہ السلام بھی اس دعا پر بہت زور دیتے تھے۔ آپ نے ایک مرتبہ حضرت سیٹھ عبدالرحمن مدراسیؓ کو ایک خط میں لکھا کہ:

''امید ہے کہ بعد تین دن کے استخارہ مسنونہ جو سفر کے لئے ضروری ہے اس طرف کا قصد فرمادیں بجز استخارہ کے کوئی سفر جائز نہیں۔ ہمارا اس میں طریق یہ ہے کہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ پہلی رکعت میں سورۃ قُلۡ یٰۤاَیُّھَا الۡکٰفِرُوۡنَ پڑھیں۔ یعنی الحمد تمام پڑھنے کے بعد ملالیں جیسا کہ سورۃ فاتحہ کے بعد دوسری سورۃ ملایا کرتے ہیں اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھ کر سورۃ اخلاص یعنی قل ھو اللہ احد ملالیں اور پھر التحیات میں آخیر میں اپنے سفر کے لئے دعا کریں کہ یا الٰہی میں تجھ سے کہ تو صاحب فضل اور خیر ہے اور قدرت ہے اس سفر کے لئے سوال کرتا ہوں۔ کیونکہ تو عواقب امور کو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو ہر ایک امر پر قادر ہے اور میں قادر نہیں سو یا الٰہی اگر تیرے انجام امر میں یہ بات ہے کہ یہ سفر سراسر میرے لئے مبارک ہے میری دنیا کے لئے میرے دین کے لئے اور انجام امر کے لئے اور اس میں کوئی شر نہیں سو یہ سفر میرے لئے میسر کر دے اور پھر اس میں برکت ڈال دے اور ہر ایک شر سے بچا اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ سفر میرا میری دنیا یا میری دین کے لئے مضر

ہے اور اس میں کوئی مکروہ امر ہے تو اس سے میرے دل کو پھیر دے اور اس سے مجھ کو پھیر دے۔ آمین‘‘

’’یہ دعا ہے جو کی جاتی ہے تین دن کرتے ہیں یہ حکمت ہے کہ بار بار کرنے سے اخلاص میسر آجائے آج کل اکثر لوگ استخارہ سے لاپرواہ ہیں حالانکہ وہ ایسا ہی سکھایا گیا ہے جیسا کہ نماز سکھائی گئی ہے۔سو یہ اس عاجز کا طریق ہے کہ اگرچہ دس کوس کا سفر ہو تب بھی استخارہ کیا جائے۔سفروں میں ہزاروں بلاؤں کا احتمال ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ استخارہ کے بعد متولی اور متکفل ہو جاتا ہے اور اس کے فرشتے اس کے نگہبان رہتے ہیں جب تک کہ اپنی منزل تک نہ پہنچے۔اگرچہ یہ دعا تمام عربی میں موجود ہے۔لیکن اگر یاد نہ ہو تو اپنی زبان میں کافی ہے اور سفر کا نام لے لینا چاہئے کہ فلاں جگہ کے لئے سفر ہے‘‘

(مکتوبات احمد جلد 5 مکتوب نمبر 10)

حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ طریق عمل تھا۔کہ ہر ایک اہم کام کے شروع کرنے سے پہلے ضرور دعا کیا کرتے تھے اور دعا بطریق مسنون دعائے استخارہ ہوتی تھی۔استخارہ کے معنی ہیں خدا تعالیٰ سے طلب خیر کرنا۔استخارہ کے نتیجے میں یہ ضروری نہیں ہوتا کہ کوئی خواب آجائے جیسا کہ آج کل کے بعض صوفی استخارہ کرتے ہیں یعنی خدا تعالیٰ سے خبر طلب کرتے ہیں یہ طریق مسنون نہیں۔اصل مقصد تو یہ ہونا چاہئے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے خیر حاصل ہو اور دعائے استخارہ سے اللہ تعالیٰ ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے کہ جو کام ہمارے لئے بہتری اور بھلائی کا ہو وہ آسان ہو جاتا ہے۔بغیر دِقّتوں کے حاصل ہو جاتا ہے اور قلب میں اس کے متعلق انشراح اور انبساط پیدا ہو جاتا ہے۔

عموماً استخارہ رات کے وقت بعد نماز عشاء کیا جاتا ہے۔دو رکعت نماز نفل پڑھ کر التحیات میں درود شریف اور دیگر مسنون دعاؤں کے بعد دعائے استخارہ پڑھی جاتی ہے اور اس کے بعد فوراً سو رہنا چاہئے اور باتوں میں مشغول ہونا مناسب نہیں ہوتا لیکن حسب ضرورت دوسرے وقت بھی استخارہ کیا جاسکتا ہے۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی عرفانی صفحہ 508)

ذکر حبیب میں بھی حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے دعائے استخارہ کا طریق بیان فرمودہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اسی طرح کا درج فرمایا ہے۔آپ فرماتے ہیں کہ:

’’ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک شخص کو استخارہ کا طریق بھی بتلایا کہ پہلی رکعت میں قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھیں دوسری رکعت میں قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ اور التحیات میں اپنے مطلب کے واسطے دعا کریں۔‘‘

(ذکر حبیب صفحہ 231)

بدر 2 جنوری 1903 میں اسی طریق سے ملتا جلتا ایک اور ارشاد حضرت اقدس علیہ السلام کا یوں درج ہے کہ حضرت اقدسؑ نے ایک مہمان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

آپ استخارہ کر لیویں۔استخارہ اہل اسلام میں بجائے مہورت کے ہے چونکہ ہندو شرک وغیرہ کے مرتکب ہو کر شگن وغیرہ کرتے ہیں اس لئے اہل اسلام نے ان کو منع کر کے استخارہ رکھا۔اس کا طریق یہ ہے کہ انسان دو رکعت نماز نفل پڑھے۔اول رکعت میں سورۃ قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھ لے اور دوسری میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ۔ التحیات میں یہ دعا کرے۔

یا الٰہی! میں تیرے علم کے ذریعہ سے خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت سے قدرت مانگتا ہوں کیونکہ تجھ ہی کو سب قدرت ہے مجھے کوئی قدرت نہیں اور تجھے سب علم ہے مجھے کوئی علم نہیں اور تو ہی چھپی باتوں کو جاننے والا ہے۔الٰہی اگر تو جانتا ہے کہ یہ امر میرے حق میں بہتر ہے بلحاظ دین اور دنیا کے، تو تُو اسے میرے لئے مقدر کر دے اور اسے آسان کر دے اور اس میں برکت دے اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ امر میرے لئے دین اور دنیا میں شر ہے تو مجھ کو اس سے باز رکھ۔

اگر وہ امر اس کے لئے بہتر ہوگا تو خدا تعالیٰ اس کے لئے اس کے دل کو کھول دے گا ورنہ طبیعت میں قبض ہو جائے گی۔دل بھی عجیب شے ہے جیسے ہاتھوں پر انسان کا تصرف ہوتا ہے کہ جب چاہے حرکت دے۔دل اس طرح اختیار میں نہیں ہوتا۔اس پر اللہ تعالیٰ کا تصرف ہے۔ایک وقت میں ایک بات کی خواہش کرتا ہے پھر تھوڑی دیر کے بعد اسے نہیں چاہتا۔یہ ہوائیں اندر سے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے چلتی ہیں۔

ان تمام اقتباسات سے ہمیں با آسانی استخارہ کی اہمیت،برکات اور اس کا طریق معلوم ہو جاتے ہیں۔اور ہمیں یہ احساس ہو جاتا ہے کہ مقدسین نے استخارہ کو کس قدر اہمیت دی ہے اور کس قدر جماعت کو اس کی تاکید فرمائی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ بھی اس کی بہت تلقین فرمایا کرتے تھے۔’’ارشادات نور‘‘ میں درج ہے کہ تمام غیر معمولی کاموں کے لئے حضرت نے استخاروں کے کرنے کی بہت تاکید فرمائی ہے۔(اہم کاموں میں مثلاً کسی کو دکان یا کاروبار میں شریک بنانے، رشتے ناطے قائم کرنے میں،دوستی لگانے میں، کسی کو ہم سفر یا طالب علم بنانے میں سات دفعہ استخارہ کرلیا کریں)اس کے لئے ہدایات درج ہیں۔حضرت نے فرمایا شیخ محی الدین ابن عربی ایک استخارہ ہر روز آئندہ آٹھ پہر کے کاموں کے لئے کیا کرتے تھے۔(اس کے بعد طریق درج کیا ہے کہ)سوائے ان اوقات کے جن میں نوافل پڑھنا ممنوع ہے مثلاً صبح صادق کے پھٹنے سے طلوع آفتاب تک یا نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک غرض اوقات ممنوعہ کو مدنظر رکھ کر کسی وقت دو رکعت نماز نفل پڑھ لی جاوے اس کے بعد دعا مندرجہ ذیل بعد فراغت نماز ہاتھ اٹھا کر پڑھ دی جاوے یا نماز میں ہی تشہد کے بعد پڑھ لی جاوے۔(گویا دونوں طریق جائز ہیں نماز کے اندر اور نماز کا سلام پھیرنے کے بعد حضرت اقدس علیہ السلام کا رجحان نماز کے اندر کا زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ناقل)

(اسکے بعد پوری دعا کا متن اور ترجمہ درج کیا گیا ہے)اور پھر فرمایا کہ:

’’استخارہ کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ کو اپنا مشیر بنالیتا ہے۔استخارہ کے معنے ہیں خیر و برکت طلب کرنا۔اس کا نتیجہ یہ ضروری نہیں ہوتا جیسا عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کام کے متعلق ضرور ہی کوئی اشارہ فرمائے بلکہ یہ کہ اگر مجوزہ کام ہو تو اسے کرنے کی توفیق دے اور اس میں سہولت اور برکت رکھ دے اور اگر کام مفید نہ ہو تو اس سے روک دے اگر عربی دعا یاد نہ ہو تو اپنی زبان میں اس کا مفہوم ادا کر دے۔‘‘

(ارشادات نور صفحہ 342-344)

نیز یہ ارشاد بھی درج ہے کہ ’’یہ اللہ تعالیٰ کا ہم مسلمانوں پر بڑا فضل ہے کہ اس نے ہمیں احتیاج کا طرز بتلایا کہ کس طرح ہم ایک ضرورت یا احتیاج کو اپنے لئے نعمت اللہ بنا سکتے ہیں وہ ہے استخارہ،شادی کے لئے استخارہ بتلایا،ہر ایک کام کے شروع کرنے سے پہلے استخارہ بتلایا کیونکہ ہر ایک کام اس کے فضل سے ہی ہوتا ہے۔‘‘

(صفحہ 508)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا ایک ارشاد پیچھے درج کر آیا ہوں۔ایک اور موقع پر حضورؓ نے استخارہ کی فلاسفی پر ایک نہایت ہی عجیب وغریب اچھوتے انداز میں روشنی ڈالی ہے آپ نے 12اپریل 1950 کو تعلیم الاسلام کالج کے جلسہ تقسیم اسناد میں ارشاد فرمایا(سورۃ الرحمان کی آیت كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ سے استدلال فرماتے ہوئے) کہ:

’’آیت مذکورہ بالا میں یہ امر واضح کیا گیا ہے کہ صفات باری تعالیٰ میں ہر ایک وقت ایک نئی تبدیلی پیدا ہوتی رہتی ہے اور اس تبدیلی کے ساتھ انسان کو بھی اپنے اندر صفات باری کے موجودہ دور کے مطابق تبدیلی کرنی پڑتی ہے اور اس سے بنی نوع انسان کا قدم ترقی کی طرف اٹھتا ہے۔دنیا کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف ادوار میں بنی نوع انسان کا قدم ترقی کی ایک خاص جہت کی طرف اٹھا ہے۔کسی وقت فلسفہ کا دور آیا ہے تو کسی وقت ادب کا۔کسی وقت اخلاق کا دور آیا ہے تو کسی فنون لطیفہ کا۔کسی وقت قانون سازی کا دور آیا ہے تو کسی وقت تہور و شجاعت کا۔غرض اچھے انسانی دماغوں میں ہر زمانہ میں ایک ہم آہنگی معلوم ہوتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم بالا کی کشش ہر زمانہ میں اعلیٰ دماغوں کو اس زمانہ کے صفاتی دور کی طرف کھینچنے میں لگی رہتی ہے اور اس فن میں انسانی دماغ زیادہ ترقی کر جاتا ہے۔جس طرف کہ صفات باری اس وقت اشارہ کر رہی ہوتی ہے۔قرآن کریم نے اسے ’’ملاء اعلیٰ‘‘ کی مشاورت کا نام دیا ہے۔یہ آسمانی فیصلے جس طرح روحانی امور کے متعلق ہوتے ہیں اسی طرح دنیوی علوم کے عین مطابق کر دینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اپنے زمانہ کے اور اپنے فن کے راہنما بننے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور تاریخ میں ایک نام پیدا کر لیتے ہیں۔اسی کی طرف رسول کریم ﷺ نے دعائے استخارہ سے اشارہ کیا ہے۔انسان بے شک اپنی محنت کا پھل کھاتا ہے لیکن بے موسم محنت بھی تو رائیگاں جاتی ہے شاید ہر غلہ ہر سال کے ہر حصہ میں بویا جا سکتا ہے اور کچھ نہ کچھ روئیدگی بھی اس سے حاصل کی جاسکتی ہے۔لیکن وہ غلہ جو اپنے موسم میں بویا جاتا ہے لیکن وہ غلہ جو اس ملک میں بویا جاتا ہے جس کی زمین کو اس غلہ سے مناسبت ہے اس کی کیفیت ہی اور ہوتی ہے۔ہر انسان کے لئے ہر علم کا حاصل ہونا اور ہر قسم کا کام کرنا ممکن ہے لیکن ہر فن میں اس کا صاحب کمال ہونا ضروری نہیں۔اس کے دماغ کی مخفی قابلیتوں کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔وہی جانتا ہے کہ مختلف مفید علوم میں سے کون سا علم اور مختلف مفید کاموں میں سے کون سا کام اس کی طاقتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اور اس کے زمانہ اور اس کے ملک اور اس کی قوم کی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے لئے مناسب ہے پس فرمایا کہ خواہ اچھے سے کام ہی اس کے شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا کر لیا کرو جس کے الفاظ آپ نے یہ تجویز فرمائے ہیں(اور اسکے بعد حضور رضی اللہ عنہ نے دعائے استخارہ کے مکمل الفاظ اور ان کا ترجمہ بیان فرمایا۔ناقل)اور پھر فرمایا:’’یہ دعا کتنی کامل ہے اور اس میں کس لطیف پیرایہ میں اس امر کی طرف (توجہ۔ناقل) دلائی گئی ہے کہ ہر اچھا کام ہر زمانہ اور انسان کے لئے مفید نہیں ہوتا بلکہ اچھے سے اچھا کام بھی بعض زمانوں میں اچھا نہیں رہتا۔اور اچھے سے اچھا کام بھی بعض قوموں اور بعض افراد کے لئے اچھا نہیں ہوتا؟اور اس کی قوم کے لئے اور بنی نوع انسان کے لئے اس زمانہ میں مفید ہو اور جسے اعلیٰ طور پر بجالانے کی اس میں ذاتی قابلیت موجود ہو۔اگر یہ نہ ہو تو اسے وہ کام یا علم کسی دوسرے بھائی کے لئے چھوڑ دینا چاہئے اور خود اپنے لئے اپنے مناسب حال کام یا علم تلاش کرنا چاہئے لیکن چونکہ بنی نوع انسان کی ترقی کا معاملہ

انسانی جدوجہد اور اس کی دماغی قابلیتوں کے علاوہ خدا تعالیٰ کے صفات کے ظہور کے موجود الوقت مرکز کے ساتھ بھی وابستہ ہے اس لئے کسی کام کو شروع کرنے یا کسی علم کی تحصیل کی طرف متوجہ ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے بھی یہ دعا کرلینی چاہئے کہ اس زمانہ کے متعلق جو اس کی تجویز اور فیصلہ ہے وہ اسے اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق بخشے تا کہ اچھا بیج اچھی زمین میں مناسب موسم میں پڑے تا اعلیٰ سے اعلیٰ کھیتی پیدا ہو اور زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو۔‘‘

(مشعل راہ جلد اول صفحہ 556تا559)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا بیان فرمودہ ترجمہ دعائے استخارہ کا خاکسار پیچھے درج کر آیا ہے۔مناسب ہوگا کہ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جو اس دعا کا تفسیری ترجمہ بیان فرمایا وہ بھی اس دعائے استخارہ کے مفہوم کو مزید واضح کرنے کے لئے درج کر دیا جائے۔چنانچہ آپ اس دعا کا مکمل متن بیان فرمانے کے بعد اس کا ترجمہ یوں بیان فرماتے ہیں:

’’اے میرے رب جو کام میں کرنے لگا ہوں یا جو علم میں حاصل کرنے لگا ہوں یا جو ذمہ داری میں اٹھانے لگا ہوں اس کے بارہ میں تجھ سے جو میری مخفی طاقتوں سے بھی واقف ہے اپنے زمانہ حال کے متعلق ارادوں سے بھی واقف ہے اور میری ذاتی، قومی، ملکی اور عالمگیری ضرورتوں اور ذمہ داریوں سے بھی واقف ہے سب سے بہتر فیصلہ طلب کرتا ہوں اور پھر تجھ سے یہ بھی درخواست کرتا ہوں کہ اس فیصلہ کے مطابق مجھے کام کرنے کی تجھ سے توفیق اور امداد حاصل ہو اور تیسری بات تجھ سے یہ طلب کرتا ہوں کہ جو بات میرے لئے مناسب ہو اور جس کی طرف تو میری راہنمائی کرے اور جس کے حاصل کرنے کے لئے تو میری مدد کرے اس کام یا اس ذمہ داری کے ادا کرنے میں تیرا انتہائی فضل مجھ پر نازل ہو اور میں اس کام میں ادنیٰ مقام حاصل نہ کروں بلکہ مجھے اس میں اعلیٰ مقام حاصل ہو۔میں تجھ سے یونہی اور بلاوجہ درخواست نہیں کرتا بلکہ اس وجہ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے یقین ہے کہ جن امور کے پورا کرنے کی مجھے طاقت نہیں، تجھے ہے اور جن مخفی باتوں کا مجھے علم نہیں، تجھے ہے پس اے خدا اگر تیرے علم میں وہ کام جو میں کرنا چاہتا ہوں میرے لئے اچھا ہے میری دینی ضرورتوں کے لحاظ سے بھی اور اس لحاظ سے بھی کہ جو طاقت اور محنت میں اس کام میں خرچ کروں گا اس کا نتیجہ مجھے زیادہ سے زیادہ اچھا حاصل ہو سکے گا تو پھر تو اس کام کے کرنے کی مجھے توفیق عطا فرما اور اس کام کو اعلیٰ درجہ کی تکمیل تک پہنچانے کے لئے مجھے سہولت بخش اور اس کے نتائج کو میرے لئے وسیع سے وسیع تر بنا اور اگر اس کے برخلاف تیرے علم میں یہ ہو کہ یہ کام میرے لئے مناسب نہیں دین کے لحاظ سے یا اس لحاظ سے کہ میری محنت کے مطابق اس سے نتیجہ پیدا نہ ہوگا تو تو اس کام کے راستے میں روکیں ڈال دے اور میرے دل میں بھی اس سے بے رغبتی پیدا کر دے اور اس کے سوا جس امر میں میرے لئے بہتری ہے اس کے سامان میرے لئے پیدا کر دے اور اس کیطرف میری توجہ پھیر دے اور اس کی خواہشیں میرے دل میں پیدا کر دے۔‘‘

(مشعل راہ جلد اول صفحہ 558)

پس انسانی زندگی میں کسی بھی اہم کامیابی کا راز استخارہ میں مضمر ہے اور یہی وجہ ہے کہ آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے استخارہ پر یہاں تک زور دیا ہے کہ فرمایا کہ انسان کی تمام تر خوش بختی کا راز اس میں مضمر ہے کہ وہ اپنے کاموں میں اللہ تعالیٰ سے مشورہ یا دوسرے الفاظ مین استخارہ یا طلب خیر میں کبھی کوتاہی نہ کرے اور ہر امر میں اللہ تعالیٰ کو اپنا مشیر بنائے تب اللہ تعالیٰ اس کا متکفل اور ضامن ہو جائے گا اور اس کو ہر ناکامی سے بچائے گا پس اس سے بڑی خوش قسمتی انسان کی اور کیا ہوسکتی ہے۔اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے بزرگان اور سلف صالحین نے ہمیشہ اپنے تمام امور میں استخارہ کو مقدم رکھا۔چنانچہ اس ضمن میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے علاوہ ہمارے بعض دیگر مقدسین کے بھی بعض مزید ارشادات یہاں درج کرنے نامناسب نہ ہوں گے۔حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے ایک اعلان نکاح کے موقع پر فرمایا:

’’سب سے پہلے تدبیر یہ بتائی کہ نکاح کی غرض ذات الدِّین ہو۔حسن وجمال کی فریفتگی یا مال و دولت کا حصول یا محض اعلیٰ حسب و نسب اس کے محرکات نہ ہوں۔پہلے نیت نیک ہو۔پھر اس کے بعد دوسرا کام یہ ہے کہ نکاح سے پہلے بہت استخارہ کرو اور دعائیں کرو۔‘‘

(خطبات نور صفحہ 518)

ایک اور موقع پر فرمایا:

’’بیاہ کے معاملہ میں ایک بڑی غلطی ہو رہی ہے۔اور مجھے افسوس ہے کہ یہ میرے گھر میں بھی ہوئی ہے اس لئے کہ مجھ سے مشورہ نہیں کیا گیا اور وہ یہ ہے کہ اس کے لئے ضروری امر یہ ہے کہ بہت استخارہ کئے جاویں اور خدا تعالیٰ سے مدد طلب کی جاوے۔ ہم انجام سے بے خبر ہوتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے۔ اس لئے اول خوب استخارہ کرو اور خدا سے مدد چاہو۔‘‘

(خطبات نور صفحہ 478)

ایک اور موقع پر فرمایا:

’’بڑے بڑے کاموں میں سے نکاح بھی ایک کام ہے۔ اکثر لوگوں کا یہی خیال ہوتا ہے کہ بڑی قوم کا انسان ہو۔حسب نسب میں اعلیٰ ہو۔ مال اس کے پاس بہت ہو۔حکومت اور جلال ہو۔خوبصورت اور جوان ہو۔ مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوشش کیا کرو کہ دیندار انسان مل جاوے۔ اور چونکہ حقیقی علم، اخلاق، عادات اور دینداری سے آگاہ ہونا مشکل کام ہے، جلدی سے پتہ نہیں لگ سکتا اس لئے فرمایا کہ استخارہ ضرور کرلیا کرو۔ اور صرف ناطہ کی رسم رکھی ہے اور نکاح کی نسبت اللہ کریم فرماتا ہے کہ اس سے غرض صرف مستی کا مٹانا ہی نہ ہو بلکہ مُحۡصِنِیۡنَ غَیۡرَ مُسٰفِحِیۡنَ (المائدہ:6) کو مدنظر رکھے اور ہر ایک بات میں اس خدا کے آگے جس کے ہاتھ میں مال، جان، اخلاق و عادات اور ہر ایک طرح کا آرام ہے بہت بہت استغفار کرے اور بے رواہی سے کام نہ لے خواہ وہ انتخاب لڑکوں کا ہو یا لڑکیوں کا۔ کیونکہ بعد میں بڑے بڑے ابتلاؤں کا سامنا ہوا کرتا ہے‘‘

(خطبات نور صفحہ 254)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ بھی اس کی بہت اہمیت بیان فرمایا کرتے تھے آپ فرماتے ہیں:

’’پھر ایک بات اسلام نے یہ رکھی کہ نکاح سے قبل استخارہ کرلو۔ رسول کریمؐ نے ہر اہم امر میں استخارہ کا حکم دیا ہے بالخصوص شادی کے بارے میں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جلد بازی کے برے انجام سے انسان بچ جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی مدد حاصل کرسکتا ہے۔ جلد بازی سے بھی کئی جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ بڑا اچھا رشتہ ہے آج ہی کر لو لیکن مقصد ان کا یہ ہوتا ہے کہ ان کے عیوب ظاہر نہ ہونے پائیں۔ لیکن اگر سات روز تک استخارہ کیا جائے تو اس عرصہ میں اور لوگوں سے بھی شادی کا ذکر آئے گا اور اس طرح بات کھل جائے گی۔ پھر استخارہ کی وجہ سے جذبات دب جاتے ہیں اور انسان روحانی تصرف کے ماتحت ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت اس کے علاوہ ہے‘‘

(انوار العلوم جلد 12 صفحہ 538)

استخارہ بلائیں ٹالنے کا بھی ذریعہ بن سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت سید میر محمد اسحاق صاحبؓ کی وفات پر جو خطاب فرمایا اس میں آپ نے اس امر پر بھی روشنی ڈالی۔ آپ نے فرمایا:

’’حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت تھی کہ جب کبھی سلسلہ کے لئے غم کا کوئی موقع ہوتا آپ دوستوں سے فرماتے کہ دعائیں کرو اور استخارے کرو تا اللہ تعالیٰ دلوں سے گھبراہٹ دور کر دے اور بشارات دیکر دلوں کو مضبوط کر دے۔ پس آپ لوگ بھی آئندہ چند دنوں تک متواتر دعائیں کریں خصوصاً آج کی رات بہت دعائیں کی جائیں کہ اگر جماعت کے لئے کوئی اور ابتلاء مقدر ہوں تو اللہ تعالیٰ انہیں ٹال دے اور اگر تمہارا خیال غلط ہو تو دلوں سے دہشت کو دور کر دے اور اپنے فضل سے ایسی سچی بشارتیں عطا کرے کہ جن سے دل مضبوط ہوں اور کمزور لوگ ٹھوکر سے بچ جائیں۔ پس خوب دعائیں کرو اور اگر کسی کو خواب آئے تو بتائے۔‘‘

(انوار العلوم جلد 17 صفحہ 250)

1924ء میں جب حضرت مصلح موعودؓ نے سفر یورپ کا عزم فرمایا تو دو مرحلوں میں سفر کے فیصلہ کو حتمی شکل دی۔ اولاً آپ نے جملہ جماعتہائے احمدیہ برصغیر کی انجمن ہائے احمدیہ سے مشورہ فرمایا تو اس وقت ایک سو گیارہ یا بارہ انجمنوں میں سے سو کے قریب انجمنوں کی طرف سے جو جواب آیا وہ یہ تھا کہ وہ جماعتیں اس امر کی تائید میں تھیں کہ اس موقع پر یعنی انگلستان کی اس بین الاقوامی مذہبی کانفرنس میں شرکت کے لیے حضور رضی اللہ عنہ کو خود بنفس نفیس جانا چاہئے صرف 12 جماعتیں اس خیال کی حامی تھیں کہ حضور کو خود نہیں جانا چاہئے۔

دوسرے مرحلہ میں حضور رضی اللہ عنہ نے استخارہ اختیار فرمایا چنانچہ حضورؓ فرماتے ہیں:

’’مگر میں نے مناسب سمجھا کہ کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے استخارہ بھی کرلیا جائے اور چالیس آدمیوں سے زیادہ کو استخارے کے لئے مقرر کیا۔ بعد استخارہ جب ان لوگوں سے مشورہ لیا گیا تو 18 کے قریب آدمی جانے کے مخالف تھے اور چوبیس کے قریب جانے کی تائید میں تھے۔ دو تین کی رائے درمیان میں تھی اس کے بعد میں نے یہی مناسب سمجھا کہ مجھے خود ہی جانے کی تیاری کرنی چاہئے کیونکہ ہر ایک طریق مشورے میں (یعنی جماعتوں سے مشاورت اور پھر استخارہ) جانے کا مشورہ دینے والوں کا پہلوان لوگوں پر جو نہ جانے کا مشورہ دیتے تھے غالب رہا ہے۔‘‘

پس اس مشاورت اور استخارہ کے نتیجہ میں جو سفر حضورؓ نے 1924 میں لندن کا اختیار فرمایا اس کی برکات روز بروز زیادہ ہر سو پھیلتی جا رہی ہیں اور حضور رضی اللہ عنہ نے جو دعائیں اس سفر کے دوران مانگیں ان کی قبولیت کا سلسلہ آج بھی جاری ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ جاری رہے گا۔

ایک اعلان نکاح کے موقع پر حضورؓ نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا:

’’نکاح کا معاملہ بہت خشیت اور ڈر کا معاملہ ہوتا ہے کیونکہ اس کا خاتمہ چند سال میں نہیں ہو جاتا۔ مرنے کے بعد بھی یہ تعلق اپنے اثرات چھوڑتا ہے اس لئے اس میں بہت خشیت اور خوف کی ضرورت ہوتی ہے کہ انسان بہت احتیاط سے کام لے اور تقویٰ کے ماتحت دعاؤں اور استخاروں پر زور دے مگر لوگ اس معاملہ میں عموماً دعاؤں اور احتیاطوں سے کام نہیں لیتے۔ اس میں استخارہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ا

س پر بہت زیادہ زور دیا ہے مسلمان کا کوئی کام استخارہ کے بدون نہیں ہونا چاہئے۔ کم از کم بسم اللہ سے ضرور شروع ہو اور طریق استخارہ یہ ہے کہ دعائے استخارہ پڑھی جائے ایک دفعہ کم از کم۔ ورنہ سات دن تک صوفیاء نے چالیس دن رکھے ہیں۔ اس کی بہت برکات ہوتی ہیں۔"

(خطبات محمود جلد 3 صفحہ 93)

ایک اور موقع پر حضور نے ایک نکاح کے اعلان کے موقع پر فرمایا کہ:

"شادی کے معاملہ میں اسلام نے جو چیز مقدم رکھی ہے وہ استخارہ ہے اور استخارہ اتنا کرنا چاہئے کہ کسی نہ کسی طرف دل فیصلہ کر لے اور پھر اسکے بعد بھی دعائیں کرتے رہنا چاہئے کیونکہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں شامل ہو جانے کے بعد بھی غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ اور ضَآلِّيْنَ میں جانے کا امکان ساتھ لگا رہتا ہے۔ اس لئے اس وقت تک دعائیں کرتے رہنا چاہئے۔"

(خطبات محمود جلد 3 صفحہ 58)

الغرض اسی قسم کے اور بھی بے شمار مواقع پر حضورؓ نے استخاروں کی اہمیت، ان کی حکمت اور فضیلت و برکات پر مختلف پیرایوں میں روشنی ڈالی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ استخارہ کا مطلب صرف یہی نہیں کہ کسی اہم امر میں اللہ تعالیٰ کا مبارک منشاء معلوم ہو جائے بلکہ اس کی اور بھی بہت سی برکات ہیں۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ نے اپنی حیات قدسی میں ایک اور بھی برکت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"میں ایک لمبے تجربہ سے اس عقیدہ پر قائم ہوں کہ دعا کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضرور ملتا ہے خواہ جواب اس کی رحمت کے نشان کے طور پر اثبات میں ملے یا حکمت کے نشان کے طور پر نفی میں ملے۔ اور قرآن کریم میں اُدْعُوْنِيْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اور اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ کا وعدہ بالکل سچا اور کلام واثق ہے۔ اور آنحضرت ﷺ نے جو طریق استخارہ سکھایا اس پر عمل کرنے سے یقیناً جواب مل جاتا ہے اور بسا اوقات جن لوگوں پر یہ فیضان بند ہو اس پر بھی الہام کشف یا رؤیائے صالحہ کا فیضان دعائے استخارہ کی برکت سے کھل جاتا ہے۔"

(حیات قدسی صفحہ 489)

حضرت مولانا موصوفؓ نے حضرت اقدس سے ایک مختصر دعائے استخارہ بھی روایت فرمائی ہے جو یہاں درج کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"ایک دفعہ قادیان دارالامان میں خاکسار کی ملاقات ایمہ ضلع ہوشیارپور کے ایک دوست سے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ننھیال سے رشتہ دار تھے، ہوئی۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کوئی خاص بات حضرت اقدس علیہ السلام کی سنائیں تو انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک دن حضور اقدس سے دعائے استخارہ کے متعلق دریافت کیا تو حضور نے فرمایا کہ اگر مسنون دعائے استخارہ یاد نہ ہو تو ان الفاظ کے ذریعہ ہی استخارہ کر لیا جائے "یَا خَبِیْرُ اَخْبِرْنِیْ۔ یَا بَصِیْرُ اَبْصِرْنِیْ۔ یَا عَلِیْمُ عَلِّمْنِیْ۔ ان صاحب نے بتایا کہ میں استخارہ حضرت اقدس کے بتائے ہوئے الٰہی الفاظ میں کر لیتا ہوں۔"

(ایضاً صفحہ 223)

ایسی ایک روایت آسان اور مختصر الفاظ دعائے استخارہ والی سیرۃ المہدی میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی درج فرمائی کہ:

مرزا دین محمد صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ جب حضرت صاحب کے پاس میری آمد و رفت اچھی طرح ہو گئی اور مَیں آپ سے پڑھنے بھی لگ گیا۔ تو حضور نے مجھے حکم دیا کہ ہر دو گھروں میں یعنی بخانہ مرزا غلام مرتضیٰ صاحب اور بخانہ مرزا غلام محی الدین صاحب کہہ دیا کرو کہ سب لوگ ہر روز سوتے وقت استخارہ کر کے سویا کریں اور جو خواب آئے وہ صبح ان سے پوچھ لیا کرو اور مجھ سے بھی استخارہ کراتے تھے۔ استخارہ یہ سکھایا تھا کہ سوتے ہوئے "یَا خَبِیْرُ اَخْبِرْنِیْ" پڑھا کرو۔ اور پڑھتے پڑھتے سو جایا کرو اور درمیان میں بات نہ کیا کرو۔ مَیں صبح سب گھر والوں میں پھر کر خوابیں پوچھتا تھا اور حضرت صاحب کو آ کر اطلاع دیتا تھا۔ پھر حضرت صاحب سب کی تعبیر بتاتے اور مَیں سب کو جا کر اطلاع دیتا۔۔۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ استخارہ کی اصل مسنون دُعا تو لمبی ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ مرزا دین محمد صاحب کی سہولت کے لئے آپ نے انہیں یہ مختصر الفاظ سکھا دیئے ہوں گے۔

(سیرۃ المہدی صفحہ 628)

حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ کو ایک مرتبہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ جماعت احمدیہ لاہور کے لئے بطور مربی تعینات فرمایا تو آپ نے حضور رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اگر حضور پسند فرمائیں تو میں استخارہ کر لوں۔ حضورؓ نے فرمایا کہ ہاں ضرور استخارہ کر لیا جائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"جب میں نے استخارہ کیا تو خواب میں دیکھا کہ لاہور گیا ہوں اور جماعت کی خدمت میں مصروف ہوں کہ اچانک خواجہ کمال الدین صاحب اور ان کے بھائی خواجہ جمال الدین صاحب نے احباب جماعت کی دعوت کی ہے۔ جب کھانے کے لئے احمدی احباب صفوں میں بیٹھ گئے تو اس وقت معلوم ہوا۔ کہ دعوت میں عبداللہ نامی ایک بزرگ بھائی کا گوشت پیش کیا گیا ہے۔ اس پر میں یہ کہتے ہوئے کہ انسان کا گوشت کھانا قطعاً حرام ہے اٹھ بیٹھا۔ میری آواز سن کر اور بھی بہت سے لوگوں نے کھانا کھانے سے انکار کیا اور میرے ساتھ ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔

میں نے جب صبح حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی خدمت میں یہ رویاء لکھ کر پیش کی تو حضور نے فرمایا کہ اسی لئے تو ہم آپ کو لاہور بھیج رہے ہیں، چنانچہ دوسرے دن میں شیخ رحمت اللہ صاحب کی معیت میں لاہور پہنچ گیا کچھ دنوں کے بعد صدر انجمن کے لاہوری ممبروں نے مجھے خلوت میں بلا کر کہا کہ رسالہ الوصیت میں کہاں لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد صدر انجمن کے علاوہ بھی کوئی جانشین ہوگا۔ میں نے کہا۔ اگر صدر انجمن ہی حضرت اقدس کی جانشین تھی تو اس نے الوصیت کی تعلیم کے خلاف حضرت خلیفۃ المسیح کی بیعت کیوں کی؟ اور دوسروں کو بیعت کی تحریک کر کے گمراہ کیوں کیا؟ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انجمن نے پہلا قدم ہی غلط اٹھایا ہے اور اگر یہ غلطی نہیں تو اسے غلطی کہنا سب سے بڑا جرم ہے۔ اور کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت اقدس نے رسالہ الوصیت میں صاف قدرت ثانیہ کا ذکر کیا ہے۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مثال دے کر خلافت کے مسئلہ کو اور بھی واضح کر دیا ہے۔ میری ان باتوں سے وہ لوگ بہت مایوس ہوئے ہے۔"

(حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ 148)

حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ کے اس واقعے سے ہمیں کئی سبق ملتے ہیں۔

1. بغیر استخارہ کے سفر درست نہیں (قبل ازیں حضرت صاحب کا واقعہ بیان ہو چکا ہے)
2. اگر خلیفۃ المسیح کسی ڈیوٹی پر روانہ کریں تو ان کی اجازت سے استخارہ کرنا چاہئے۔ اور اگر اس کے جواب میں کچھ معلوم ہو تو خلیفۂ وقت سے بیان بھی کر دینا چاہئے تا ان کی دعا مل جائے۔
3. استخارہ کے نتیجہ میں پیش آمدہ حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے انسان کو تیاری کا موقع مل جاتا ہے۔

استخارہ کے نتیجہ میں جو رؤیا مولانا رضی اللہ عنہ کو دکھایا گیا اس میں یہی بتایا گیا تھا کہ لاہوری حضرات اللہ کے خاص بندے یعنی خلیفۃ المسیح کے خلاف منصوبہ بندی میں مصروف ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی شاندار اور منہ توڑ جواب آپ کو سمجھا دیا جس نے لاہوری حضرات کے منہ بند کر دیئے۔

گویا حضرت خلیفۃ المسیح نے جو ڈیوٹی آپ کے سپرد کی اس کی بہترین رنگ میں بجا آوری کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں استخارہ کی تحریک جاری فرما دی چنانچہ جب آپ نے استخارہ کیا تو آپ کو اس ڈیوٹی کی تفصیلات بھی سمجھا دی گئیں اور یہ بھی بتا دیا گیا کہ آپ نے ان پیش آمدہ حالات کا کس طور سے مقابلہ کرنا ہے اور اس کے لیے یقیناً آپ نے اور بھی زیادہ درد دل سے دعائیں کی ہوں گی تا آپ اپنے مفوضہ فرائض کو صحیح رنگ میں بجا لانے کا حق ادا کر سکیں اور پھر آپ نے ایک کامیاب جرنیل کی طرح خلافت اور خلیفۃ المسیح کے خلاف تعمیر شدہ اس لاہوری مسجد ضرار کی ایک ہی دلیل سے اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

پس استخارہ کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ انسان کو اکیلا نہیں چھوڑتا اور اس کے کارنامے اس کا کفیل اور کارساز بن جاتا ہے اور اس کی حفاظت فرماتا ہے اور اس کے فیصلوں اور اقدامات برکت ڈال دیتا ہے۔

خاکسار کے ایک بزرگ دوست جو ماشاء اللہ ایک واقف زندگی سینئر مربی سلسلہ ہیں نے ایک مرتبہ بتایا کہ ان کی اکلوتی بیٹی کے تو سلسلہ کے ایک پرانے خادم اور ان سے بھی سینئر اور بزرگ مربی سلسلہ تھے کی وساطت سے آئی اور بظاہر بہت معقول تجویز تھی چنانچہ فرماتے ہیں کہ گو کہ یہ تجویز ایک بہت ہی بزرگ مبلغ سلسلہ کی وساطت سے آئی تھی اور خود اس تجویز پر بہت مطمئن بھی تھے تاہم میرے یہ دوست فرماتے ہیں کہ ہم نے مناسب سمجھا کہ استخارہ کر لیا جائے چنانچہ ہم نے دعا شروع کر دی مگر کسی بھی مرحلہ پر تسلی نہیں ہو رہی تھی تاہم ہم نے استخارہ جاری رکھا اور حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ ہمارا عمرہ کا پروگرام بن گیا اور ہم نے استخارہ جاری رکھا اور حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ ہمارا عمرہ کا پروگرام بن گیا اور ہم نے حرمین شریفین میں بھی استخارہ جاری رکھا چنانچہ بلا آخر اللہ تعالیٰ نے یوں فضل فرمایا کہ حرمین کی برکت سے اس استخارہ کا جواب یوں ہمیں ملا کہ بعض ایسی باتیں جو پہلے مخفی تھیں وہ ظاہر ہونی شروع ہو گئیں اور پتہ چلا کہ جس لڑکے کا رشتہ آیا ہوا ہے اس کی شادی ہو چکی ہوئی تھی۔

مگر اس نے تجویز کرنے والے بزرگ سے اس بات کو مخفی رکھا ہوا تھا اور دھوکہ دہی سے دوسری شادی کے ذریعہ پاکستان سے باہر یورپ آنے کے چکر میں تھا۔ چنانچہ تجویز کرنے والے بزرگ دوست کو بھی بہت افسوس اور شرمندگی ہوئی کہ ان کی بزرگی سے کسی نے دھوکہ دہی سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی مذموم کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے استخارے کی برکت سے لڑکی کو اور اس کے والدین کو اس کے شر سے بچا لیا اور یہی مقصد ہے اس حدیث کا جو پہلے گزر چکی ہے کہ انسان کی خوش بختی کا راز اسی میں ہے کہ وہ اپنے ہر اہم کام میں کسی بھی قسم کا فیصلہ یا اقدام کرنے سے پہلے استخارہ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ سے مشورہ کر لے اور اس کے فضلوں کی طرف راہنمائی طلب کرے۔ پس اس حدیث کا مطلب اگر یہ ہے کہ خوش بخت ہی استخارہ کرتے ہیں تو یہ بھی ممکن ہے کہ اگر کوئی خوش بخت بننا چاہے تو وہ استخارہ کی عادت اپنا لے اور اس بابرکت نظام کا اپنے آپ کو خوگر بنا لے تا اللہ تعالیٰ اس کا نگہبان اور محافظ ہو جائے اور اس کی زندگی لغزشوں سے پاک ہو جائے۔

(بشکریہ مجلہ الجامعہ (جامعہ احمدیہ) یوکے)

عرفان احمد طاہر کشمیری

ہمدردی ایک عظیم خلق ہے

اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حد درجہ ہمدردی کو اس طرح بیان فرمایا کہ

’’یعنی کیا تو اپنی جان کو اس لئے ہلاک کر دے گا کہ وہ مومن نہیں ہوتے۔‘‘

(الشعراء:4)

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے محبت کرنے، باہم ہمدردی کرنے اور ایک دوسرے پر رحم کرنے میں مومنوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے کہ جب اس کا ایک عضو تکلیف میں ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے باقی سارا جسم بیداری اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ والآداب باب تراحم المؤمنین وتعاطفہم وتعاضدہم حدیث رقم 4813)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔‘‘

(اشتہار تکمیل تبلیغ 12جنوری 1889ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’دین کے دو ہی کامل حصے ہیں ایک خدا سے محبت کرنا اور ایک بنی نوع سے اس قدر محبت کرنا کہ ان کی مصیبت کو اپنی مصیبت سمجھ لینا اور ان کے لیے دعا کرنا۔‘‘

(نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 464)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اصل بات یہ ہے کہ ہمارے دوستوں کا تعلق ہمارے ساتھ اعضاء کی طرح سے ہے اور یہ بات ہمارے روزمرہ کے تجربہ میں آتی ہے کہ ایک چھوٹے سے چھوٹے عضو مثلاً انگلی ہی میں درد ہو تو سارا بدن بے چین اور بے قرار ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ٹھیک اسی طرح ہر وقت اور ہر آن میں ہمیشہ اسی خیال اور فکر میں رہتا ہوں کہ میرے دوست ہر قسم کے آرام و آسائش سے رہیں۔ یہ ہمدردی اور یہ غمخواری کسی تکلف اور بناوٹ کی رو سے نہیں، بلکہ جس طرح والدہ اپنے بچوں میں سے ہر واحد کے آرام و آسائش کے فکر میں مستغرق رہتی ہے خواہ وہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں۔ اسی طرح میں للّٰہی دلسوزی اور غمخواری اپنے دل میں دوستوں کے لئے پاتا ہوں اور یہ ہمدردی کچھ ایسی اضطراری حالت پر واقع ہوئی ہے کہ جب ہمارے دوستوں میں سے کسی کا خط کسی قسم کی تکلیف یا بیماری کے حالات پر مشتمل پہنچتا ہے تو طبیعت میں ایک بے کلی اور گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے اور ایک غم شامل حال ہو جاتا ہے…چونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی ہستی ایسی نہیں جو ایسے ہموم اور افکار سے نجات دیوے۔ اس لئے میں ہمیشہ دعاؤں میں لگا رہتا ہوں اور سب سے مقدم دعا یہی ہوتی ہے کہ میرے دوستوں کو ہموم اور غموم سے محفوظ رکھے کیونکہ مجھے تو ان کے ہی افکار اور رنج غم میں ڈالتے ہیں۔‘‘

(انفاخ قدسیہ صفحہ 101-102)

آپ نے فرمایا: ’’وہ دین دین نہیں ہے جس میں عام ہمدردی کی تعلیم نہ ہو۔ اور نہ وہ انسان انسان ہے جس میں ہمدردی کا مادہ نہ ہو۔ ہمارے خدا نے کسی قوم سے فرق نہیں کیا۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 439)

آپ فرماتے ہیں: ’’یہ ایک یقینی بات ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے اندر اپنے ابنائے جنس کے لیے ہمدردی کا جوش نہیں پاتا، وہ بخیل ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 93)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں یاد رکھو ہمدردی تین قسم کی ہے:

’’اول جسمانی؛ دوم مالی؛ تیسری قسم ہمدردی کی دعا ہے۔ جس میں نہ صرفِ زر ہوتا ہے اور نہ زور لگانا پڑتا ہے اور اس کا فیض بہت ہی وسیع ہے کیونکہ جسمانی ہمدردی تو اس صورت میں ہی انسان کر سکتا ہے جبکہ اس میں طاقت بھی ہو۔ مثلاً ایک ناتواں مجروح مسکین اگر کہیں پڑا تڑپتا ہو تو کوئی شخص جس میں خود طاقت اور توانائی نہیں ہے کب اس کو اٹھا کر مدد دے سکتا ہے اسی طرح پر اگر کوئی بیکس و بے بس؛ بے سروسامان انسان بھوک سے پریشان ہو تو جب تک مال نہ ہو اس کی ہمدردی کیونکر ہو گی مگر دعا کے ساتھ ہمدردی ایک ایسی ہمدردی ہے کہ نہ اس کے واسطے کسی مال کی ضرورت ہے اور نہ کسی طاقت کی حاجت بلکہ جب تک انسان انسان ہے وہ دوسرے کے لئے دعا کر سکتا ہے اور اس کو فائدہ پہنچا سکتا ہے اس ہمدردی کا فیض بہت وسیع ہے اور اگر اس ہمدردی سے انسان کام نہ لے تو سمجھو بہت ہی بڑا بدنصیب ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 352-353)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’جماعت میں خدمت خلق اور بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے بہت زور دیا جاتا ہے اور ہر امیر غریب اپنی بساط کے مطابق اس کوشش میں ہوتا ہے کہ کب اسے موقع ملے اور وہ اللہ کی رضا کی خاطر خدمت خلق کے کام کو سرانجام دے۔ کیوں ہر احمدی کا دل خدمت خلق کے کاموں میں اتنا کھلا ہے؟ اس لئے کہ اسلام کی جس خوبصورت تعلیم کو ہم بھول چکے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی محبت چاہتے ہو تو پھر اس کی مخلوق سے اچھا سلوک کرو ان کی ضروریات کا خیال رکھو۔ یہ بھی ایک بہت بڑا ذریعہ ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے قرب سے نوازے گا۔ اس خوبصورت تعلیم کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی شرائط بیعت کی ایک بنیادی شرط قرار دیا ہے کہ میرے ساتھ منسلک ہونے کے بعد اپنی تمام تر طاقتوں اور نعمتوں سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی نہ صرف ہمدردی کرو بلکہ ان کو فائدہ بھی پہنچاؤ۔ اس لئے اگر زلزلہ زدگان کی مدد کی ضرورت ہے تو احمدی آگے ہے۔ سیلاب زدگان کی مدد کی ضرورت ہے تو احمدی آگے ہے۔ بعض دفعہ تو ایسے مواقع بھی آئے کہ پانی کی تند و تیز دھاروں میں بہہ کر احمدی نوجوانوں نے اپنی جانوں کو تو قربان کر دیا لیکن ڈوبتے ہوؤں کو کنارے پر پہنچا دیا۔ پھر خلیفۂ وقت نے جب یہ اعلان کیا کہ مجھے افریقہ کے غریب بچوں کی تعلیم اور بیماریوں کی وجہ سے دکھی مخلوق جنہیں علاج کی سہولت میسر نہیں، سکول اور ہسپتال کھولنے کے لئے اتنی رقم کی ضرورت ہے تو افراد جماعت اس جذبہ کے تحت جو ایک احمدی کے دل میں دکھی انسانیت کے لئے ہونا چاہئے یہ رقم مہیا کریں اور اس پیاری جماعت کے افراد نے خلیفۂ وقت کے اس مطالبہ پر لبیک کہتے ہوئے اس سے کئی گنا زیادہ رقم خلیفۂ وقت کے سامنے رکھ دی جس کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ اور پھر جب خلیفۂ وقت نے یہ کہا کہ یہ رقم تو مہیا ہو گئی اب مجھے ان سکولوں اور ہسپتالوں کو چلانے کے لئے افرادی قوت کی بھی ضرورت ہے تو ڈاکٹرز اور ٹیچرز نے انتہائی خلوص کے ساتھ اپنے آپ کو پیش کیا۔ اب تو افریقہ کے حالات نسبتاً بہتر ہیں۔ ستّر کی دہائی میں جب یہ نصرت جہاں سکیم شروع کی گئی تھی انتہائی نامساعد حالات تھے۔ اور ان نامساعد حالات میں ان لوگوں نے گزارا کیا۔ بعض ڈاکٹرز اور ٹیچرز اچھی ملازمتوں پر تھے لیکن وقف کے بعد دیہاتوں میں بھی جا کر رہے۔ اکثر ہسپتال اور سکول دیہاتوں میں تھے جہاں نہ بجلی کی سہولت نہ پانی کی سہولت لیکن دکھی انسانیت کی خدمت کے عہد بیعت کو نبھانا تھا اس لئے کسی بھی روک اور سہولت کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں کی۔ شروع میں ہسپتالوں کا یہ حال تھا کہ لکڑی کی میز لے کر اس پر مریض کو لٹایا، روشنی کی کمی چند لالٹینوں یا گیس لیمپ سے پوری کی اور جو بھی چاقو، چھریاں، قینچیاں، سامان آپریشن کا میسر تھا اس پر مریض کا آپریشن کر دیا اور پھر دعا میں مشغول ہو گئے کہ اے خدا میرے پاس تو جو کچھ میسر تھا اس کا میں نے علاج کر دیا ہے۔ میرے خلیفہ نے مجھے کہا تھا کہ دعا سے علاج کرو اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ میں بہت شفا رکھے گا۔ تو ہی شفا دے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان قربانی کرنے والے ڈاکٹروں کی قدر کی اور ایسے ایسے لاعلاج مریض شفا پا کر گئے کہ دنیا حیران ہوتی تھی۔ اور پھر مالی ضرورتیں بھی اس طرح خدا تعالیٰ نے پوری کیں کہ بڑے بڑے امراء بھی شہروں کے بڑے ہسپتالوں کو چھوڑ کر ہمارے چھوٹے دیہاتی ہسپتالوں میں آ کر علاج کروانے کو ترجیح دیتے تھے۔ اسی طرح اساتذہ نے بھی بنی نوع انسان کی خدمت کے جذبہ سے سرشار ہو کر بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا۔ ڈاکٹروں اور اساتذہ کی خدمات کے سلسلے آج بھی جاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ سلسلے جاری رکھے اور ان سب خدمت کرنے والوں کو اجر عظیم سے نوازتا رہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17/اکتوبر 2003ء)

بقیہ: ربط ہے جان محمدؐ سے مری جاں کو مدام...... از صفحہ 3

میں بھی درست نہیں پس رسول کریم ﷺ نے فرمایا اگر تم کہیں سفر پر جانا چاہو تو جمعرات کو جاؤ تا کہ جمعہ کسی شہر میں ادا کرسکو اور یہ چیز ایسی ہے جس سے کوئی وہم پیدا نہیں ہوتا...

باقی رہی وہ روایت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کی جاتی ہے اگر وہ درست ہے تو اس نحوست سے مراد صرف وہ نحوست تھی کہ آپ کی وفات منگل کے دن ہونے والی تھی ورنہ جب خدا تعالیٰ نے خود تمام دنوں کو بابرکت کیا ہے اور تمام دنوں میں اپنی صفات کا اظہار کیا ہے تو اس کی موجودگی میں اگر کوئی روایت اس کے خلاف ہمارے سامنے آئے گی تو ہم کہیں گے کہ یہ روایت بیان کرنے والے کو غلطی لگی ہے۔ ہم ایسی روایت کو تسلیم نہیں کر سکتے اور یا پھر ہم یہ کہیں گے کہ ہر ایک انسان کو بشریت کی وجہ سے بعض دفعہ کسی بات میں وہم ہو جاتا ہے ممکن ہے کہ ایسا ہی کوئی وہم منگل کی کسی دہشت کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ہو گیا ہو۔ مگر ہم یہ نہیں کہیں گے کہ یہ دن منحوس ہے۔ ہم اس روایت میں یا تو راوی کو جھوٹا کہیں گے یا پھر یہ کہیں گے کہ شاید بشریت کے تقاضے کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو اس دن کے بارے میں اپنے لئے بیان فرمایا۔ ورنہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں مسئلے کے طور پر یہی حقیقت ہے اور یہی بات اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے کہ سارے کے سارے دن بابرکت ہوتے ہیں مگر مسلمانوں نے اپنی بدقسمتی سے ایک ایک کر کے دنوں کو منحوس کرنا شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کامل طور پر نحوست اور ادبار کے نیچے آ گئے‘‘

(ماخوذ از الفضل 21 ستمبر 1960ء صفحہ 3-2 جلد 49/14 نمبر 217)

پیش گوئی جنگِ عظیم کے نام سے نظم میں منگل کے دن آنے والے زلزلہ اور اس کی تباہی کا ذکر ہے فرماتے ہیں:

یہ نشانِ زلزلہ جو ہو چکا منگل کے دن
وہ تو اِک لقمہ تھا جو تم کو کھلایا ہے نہار
اِک ضیافت ہے بڑی اے غافلو کچھ دن کے بعد
جس کی دیتا ہے خبر فرقاں میں رحماں بار بار
دوسرے منگل کے دن آیا تھا ایسا زلزلہ
جس سے اِک محشر کا عالم تھا بصد شور و پکار
ایک ہی دم میں ہزاروں اس جہاں سے چل دیئے
جس قدر گھر گر گئے ان کا کروں کیونکر شمار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 97 مطبوعہ 1908ء)

وفات کے وقت حضرت مسیح موعودؑ کی عمر سوا تہتر سال کے قریب تھی۔ دن منگل کا اور شمسی تاریخ 26 مئی 1908ء جو ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب پروفیسر راجشاہی یونیورسٹی کی جدید تحقیق کے مطابق آنحضور ﷺ کا یومِ وصال بھی یہی ہے۔ (تاریخِ احمدیت جلد دوم صفحہ 541-542)

رب کل شیء خادمك رب فاحفظني وانصرني وارحمني۔

اے رب ساری مخلوق تیری خادم ہے میری حفاظت فرما میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما۔ آمین اللّٰھم آمین۔

شرک اور بدعت سے ہم بے زار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں

بقیہ: بنیادی مسائل کے جوابات...... از صفحہ 4

پس اس قرآنی تعلیم سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی مومنہ عورت کے بُرے خاوند کی سمجھانے کے باوجود اصلاح نہ ہو رہی ہو اور عورت کو اس سے علیحدگی لینے میں کوئی مجبوری درپیش نہ ہو تو اس مومنہ عورت کو دعا کر کے ایسے بُرے خاوند سے علیحدگی لے لینی چاہئے۔

سوال:۔ محترم امیر صاحب جرمنی نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں کرونا وائرس کی وجہ سے پیدا ہونے والے حالات میں نماز باجماعت کیلئے باہم نمازیوں کے درمیان ڈیڑھ میٹر کا فاصلہ رکھنے کے بارہ میں راہنمائی چاہی ہے؟ جس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 28 اپریل 2020ء میں اس بارہ میں درج ذیل ہدایات سے نوازا۔ حضور نے فرمایا:۔

جواب:۔ آنحضور ﷺ کے ارشاد إِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کے تحت اسلام کے ہر حکم کی بناء نیت پر ہے۔ پس نماز باجماعت کیلئے جو نمازیوں کو آپس میں کندھے سے کندھا، گھٹنے سے گھٹنا اور ٹخنے سے ٹخنہ ملا کر کھڑے ہونے اور باہم درمیان میں فاصلہ نہ چھوڑنے کی تاکید فرمائی گئی ہے، اس کی ایک حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ اگر تم ظاہراً اپنے اندر دوری پیدا کر لو گے تو شیطان تمہارے درمیان اپنی جگہ بنا کر تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا کر دے گا۔

اب جبکہ مجبوری ہے اور حکومتیں اپنے شہریوں کی بھلائی کیلئے ایسے اقدامات کر رہی ہیں تو جب ہم حکومتی قوانین کے مطابق اس طرح باہم فاصلہ کے ساتھ نماز میں کھڑے ہوں گے تو چونکہ ہماری نیت یہ نہیں کہ ہمارے درمیان پھوٹ پڑے یا ہمارے درمیان شیطان اختلاف ڈال دے، بلکہ ہماری تو یہی نیت ہے کہ ہم متحد رہیں اور ملکر اس بیماری کا مقابلہ کریں اور عوام کی بھلائی کیلئے کئے جانے والے ان حکومتی اقدامات میں ان کے ساتھ تعاون کریں تو اس نیت کے ساتھ اضطراری حالت میں نماز باجماعت میں نمازیوں کے درمیان فاصلہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اس کا استنباط سفر میں بحالت مجبوری سواری پر نماز پڑھنے سے بھی کیا جا سکتا ہے، کیونکہ اس وقت بھی کندھے سے کندھا، گھٹنے سے گھٹنا اور ٹخنے سے ٹخنہ نہیں ملا ہوتا اور بعض اوقات نمازیوں کے درمیان باہم فاصلہ بھی ہوتا ہے۔ پس جس طرح سفر میں مجبوری کی وجہ سے ایسا کرنا آنحضور ﷺ کی سنت سے ثابت ہے تو اس بیماری کی مجبوری کی حالت میں بھی نمازیوں کے درمیان فاصلہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور جلد ان مشکل حالات کو ساری دنیا سے دور کر دے تا کہ اس کے عبادتگزار بندے پھر پوری شرائط اور احسن انداز میں اپنی عبادتوں کے نذرانے اپنے رب کے حضور پیش کرنے کی توفیق پائیں۔ آمین

سانحہ ارتحال و ذکر خیر

• مکرم حکیم محمد قدرت اللہ محمود چیمہ یہ اطلاع بھجواتے ہیں۔

قارئین الفضل کو نہایت افسوس سے یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ ہمارے محلے کے سیکرٹری ضیافت محترم چوہدری علیم الدین پروپرائیٹر رشید ٹینٹ سروس و الرفیع بینکوئیٹ ہال کی والدہ محترمہ صغریٰ بی بی زوجہ چوہدری رفیع الدین مرحوم مورخہ 25 مئی 2022ء بروز بدھ بعد دوپہر بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ آپ کچھ عرصہ سے جگر کے کینسر کے باعث بیمار تھیں اور فضل عمر ہسپتال میں زیر علاج تھیں۔

مرحومہ منکسر المزاج، خوش اخلاق، غریب پرور نیز مالی قربانیوں میں حصہ لینے والی خاتون تھیں۔

مرحومہ کی اولاد میں آٹھ بیٹے مکرم حاجی کریم الدین جاوید، مکرم نعیم الدین پرویز جرمنی، مکرم رشید الدین، مکرم فاتح الدین بابر ہالینڈ، مکرم ناصر الدین کینیڈا، مکرم تقی الدین جرمنی، مکرم چوہدری علیم الدین، مکرم سلیم الدین اور ایک بیٹی محترمہ رفیعہ نسیم اہلیہ مکرم مبارک حمید صاحب جرمنی یادگار چھوڑے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور پیار کا سلوک فرماتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کو اپنی مرحومہ والدہ کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا ارحم الرّاحمین۔

دعا کا تحفہ

نادانستہ زیادتی کا اعتراف اور دعائے بخشش

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں دو جھگڑنے والوں کو چھڑاتے ہوئے ایک شخص ہلاک ہو گیا تو اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے موسیٰؑ کو معاف کر دیا۔

رَبِّ اِنِّیۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ فَاغۡفِرۡ لِیۡ ﴿۱۷﴾

(القصص:17)

اے میرے رب! میں نے اپنی جان کو تکلیف میں ڈال دیا ہے پس تو میرے اس فعل پر پردہ ڈال اور بخش دے۔

(قرآنی دعائیں از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 14)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

طاہر محمود عابد۔ نمائندہ الفضل آن لائن گنی کناکری

رپورٹ جلسہ ہائے یوم خلافت

اللہ تعالیٰ کے فضل سے گنی کے چار ریجنز کی 16 جماعتوں میں جلسہ ہائے یوم خلافت منعقد کئے گئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام جماعتوں میں یہ پروگرام نہایت کامیاب رہے اور ان جلسوں میں شامل ہونے والے احباب جماعت کی تعداد 5135 اور غیر از جماعت احباب کی تعداد 125 رہی ان جلسوں میں خلافت کی اہمیت، برکت اور خلیفہ وقت سے محبت بڑھانے اور تعلق پیدا کر کے دعاؤں سے استفادہ کرنے کی اہمیت پر تقاریر کی گئیں جو کہ احباب جماعت نے بڑی توجہ اور محبت سے سنیں۔

یہاں کناکری میں ہونے والے جلسہ یوم خلافت کی مختصر رپورٹ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش ہے

مؤرخہ 29 مئی 2022 کو کناکری کی مرکزی احمدیہ مسجد بیت الاحد میں جلسہ کا انعقاد ہوا۔ 11 بجکر تیس منٹ پر جلسہ کی کاروائی تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوئی سورۃ النور کی آیت 55 تا 57 کی تلاوت کی گئی جو کہ عزیزم محمد ماریگا صاحب نے کی اس کے بعد مکرم محمد منیر کمارا صاحب نے ’’خلافت کے امیں ہم ہیں‘‘ نظم خوش الحانی کے ساتھ پیش کی۔ خاکسار نے خلیفہ وقت سے ذاتی تعلق پیدا کرنے اور حضور اقدس کی دعاؤں سے فیض یاب ہونے کیلئے ایک مستقل تعلق پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی اور ساتھ ہی خلفائے احمدیت اور پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کے ذریعہ رونما ہونے والے غیر معمولی معجزات میں سے کچھ کا ذکر کیا۔

اس کے بعد مکرم مامادو ماریگا صاحب نے خلافت کی اہمیت، برکات اور ہماری ذمہ داریاں کے موضوع پر نہایت مدلّل تقریر کی جس میں خلافت راشدہ اور آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق خلافت راشدہ کے بعد شروع ہونے والی جابر بادشاہت کا ذکر کیا اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کی آمد اور آپکی رحلت کے بعد قدرت ثانیہ جس کا آنا اٹل اور دائمی تھا کا ذکر کیا اور بتایا کہ خلیفۃ وقت کے ساتھ وفا اور محبت کا تعلق تبھی قائم ہوسکتا ہے جب ہم آپکے احکامات کو سن کر ان پر عمل کریں گے اور جو خلافت کی مرضی ہو اس کے مطابق اپنی مرضیوں کو ڈھال دیں گے تو پھر ہی اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے والے ہونگے۔

آخری تقریر مکرم محمد کبا صاحب نے جماعت احمدیہ مسلمہ میں عظیم نظام خلافت علیٰ منہاج نبوۃ کی مختصر تعریف اور حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطابات جو کہ حضور انور نے مختلف یورپی ایوانوں میں اسلام کی سچائی اور آنحضرت ﷺ کی صداقت رحمۃ للعالمین ہونے پر بیان فرمائیں کا ذکر کیا اور خلیفۃ المسیح کی ان مبارک کاوشوں کے نتیجہ میں جو غیروں کے تاثرات تھے پیش کئے کہ کس طرح حضور اقدس کے خطابات سن کر غیر مسلم عیسائی اکابرین کے خیالات یکسر بدل گئے اور جو غلط تأثرات ان کے دلوں میں اسلام کے متعلق تھے صاف ہو گئے۔ اور بتایا کہ یہ بھی خلافت کی برکات میں سے ایک برکت ہے کہ دین کی تمکنت ان کے مبارک وجود سے ہو گی۔

آخر میں خاکسار نے ان کلمات پر کہ اللہ تعالیٰ جماعت کو ہمیشہ تقویٰ کی راہوں پر چلتے رہنے اور عمل صالح پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ یہ نعمت تا قیامت ہمارے درمیان قائم رہے اور ہم سب کو حقیقی رنگ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا فرمانبردار اور مطیع بنائے جیسا کہ خلیفہ وقت ہم سے چاہتے ہیں۔ دعا کروائی اور جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام تقاریر بہت محنت سے تیار کی گئیں اور احباب جماعت نے بڑی توجہ سے سنیں اور استفادہ کیا۔

جلسہ کا اختتام نماز ظہر وعصر کی ادائیگی پر ہوا آخر میں تمام احباب کو کھانا پیش کیا گیا۔

حضور انور کی خدمت میں دعا کی عاجزانہ درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی اور سچا عاشق خلافت بنائے اور ان برکات سے نوازے جو خلافت سے وابستہ رہنے سے حاصل ہوتی ہیں۔ آمین

بیت الاحد کناکری

Kindia Region

ایک سبق آموز بات

تین باتوں سے خود کو محفوظ رکھئے کبر وغرور سے، لڑائی جھگڑے سے، فضول گفتگو سے۔ مہذب شخص کی خوش گوار اور پاکیزہ زندگی کے لیے یہ تین باتیں بہت ضروری ہیں۔ اگر کسی شخص کی زندگی میں یہ باتیں رچ بس جائیں تو اس کی زندگی قابل رشک اور دل نواز و کامیاب ہو گی۔

علامہ محمد عمر تماپوری۔ انڈیا

طلوع وغروب آفتاب

24/جون2022ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:12	19:06
مدینہ منورہ	04:03	19:14
قادیان	03:44	19:38
ربوہ	03:24	19:17
اسلام آباد ٹلفورڈ	03:19	21:23

فقہی کارنر

گورنمنٹ کے حقوق تلف نہ ہوں

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔

رشوت ہر گز نہیں دینی چاہئے۔ یہ سخت گناہ ہے مگر میں رشوت کی یہ تعریف کرتا ہوں کہ جس سے گورنمنٹ یا دوسرے لوگوں کے حقوق تلف کئے جاویں۔ میں اس سے سخت منع کرتا ہوں لیکن ایسے طور پر بطور نذرانہ یا ڈالی اگر کسی کو دی جاوے جس سے کسی کے حقوق کا اتلاف مدنظر نہ ہو بلکہ اپنی حق تلفی اور شر سے بچنا مقصود ہو تو یہ میرے نزدیک منع نہیں ہے اور میں اس کا نام رشوت نہیں رکھتا۔ کسی کے ظلم سے بچنے کو شریعت منع نہیں کرتی بلکہ لَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ (البقرہ: 196) فرمایا ہے۔

(الحکم 17 اگست 1902ء صفحہ 9)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)